عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد: ۲۰ | ۱۹ تا ۲۵ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۳ تا ۹/ مئی ۲۰۰۲ء | شمارہ: ۵۰

عقیدۂ توحید

اسلامی اصول
موجودہ مسائل کا حل

قرآن
ایک سدا بہار معجزہ

اسلام اور تعلیم

مقدس فریضہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

کیا ہر طرح سے پریشان آدمی بدنصیب کہلا سکتا ہے؟

س:......ایک انسان جس کو اپنی قسمت سے ہر موقع پر شکست ہوئی ہو یعنی کوئی آدمی مفلس و نادار بھی ہو غربت کی مار بھی پڑی ہو علم کا شوق تو ہو لیکن علم اس کے نصیب میں نہ ہو خوشی کم ہو غم زیادہ ہو بیماریاں اس کا سایہ بن گئی ہوں ماں باپ بہن بھائی کی موجودگی میں محبت سے محروم ہو رشتے دار بھی اس سے ملنا پسند نہ کرتے ہوں محنت زیادہ کرے لیکن پھل برائے نام ملے۔ ایسا انسان یہ کہنے پر مجبور ہو کہ: ''یا اللہ! جیسا میں بدنصیب ہوں ایسا تو کسی کو نہ بنا''۔ اس کے یہ الفاظ اس کے حق میں کیسے ہیں؟ اگر وہ اپنی تقدیر پر صبر کرتا ہو اور صبر نہ آئے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

ج:......انسان کو جو ناگوار حالات پیش آتے ہیں ان میں سے زیادہ تر انسان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے آتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ سے شکایت ظاہر ہے کہ بے جا ہے آدمی کو اپنے اعمال کی درستی کرنی چاہئے اور جو امور غیر اختیاری طور پر پیش آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی تو ذاتی غرض ہوتی نہیں بلکہ بندے ہی کی مصلحت ہوتی ہے ان میں یہ سوچ کر صبر کرنا چاہئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کو میری ہی کوئی بہتری اور بھلائی منظور ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان کو بھی سوچنا چاہئے اور ''الحمد للہ علیٰ کل حال'' کہنا چاہئے۔

کیا حاکم وقت کے لئے چالیس خون معاف ہوتے ہیں؟

س:......بزرگوں سے سنا ہے کہ جو کسی ملک کا بادشاہ ہوتا ہے اسے خدا کی طرف سے چالیس (۴۰) عدد خون معاف ہوتے ہیں یعنی وہ ۴۰ انسانوں کو بلاوجہ مروا سکتا ہے اس کی پوچھ اور پکڑ نہ ہوگی جبکہ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ بادشاہ تو زیادہ ذمہ دار ہوتا ہے اس سے زیادہ پوچھ اور پکڑ ہوگی کہ تو نے کس کس سے انصاف کیا اور کس کس پر ظلم کیا؟

ج:......خون اور ظلم تو کسی کو بھی معاف نہیں نہ شاہ کو نہ گدا کو نہ امیر کو نہ فقیر کو بلکہ حکام سے باز پرس زیادہ ہوگی ایسی غلط باتیں جاہلوں نے مشہور کر رکھی ہیں۔

نوجوانوں کو قادیانی سے کس طرح بچایا جائے؟

س:......میرا یہ طریقہ ہے کہ میرا کوئی ساتھی کسی قادیانی کے گھیرے میں آتا ہے تو میں فوراً پہنچ جاتا ہوں اور اس قادیانی سے ایسے مسئلے پوچھتا ہوں جس سے وہ خود پریشان ہو جاتا ہے۔ کیا میرا یہ فعل درست ہے؟

ج:......مسلمان نوجوانوں کا ایمان بچانے کے لئے آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ بالکل صحیح اور کار ثواب ہے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کو دین سے جوڑا جائے اور بزرگان دین کی خدمت میں لایا جائے جس سے ان میں دین کا صحیح فہم پیدا ہو اور فتنوں سے حفاظت ہو۔

اگر قسمت میں لکھا ملتا ہے تو محنت کی کیا ضرورت ہے؟

س:......میرا دوست کہتا ہے کہ آدمی کی قسمت اچھی ہو تو بغیر محنت کئے بھی اچھا کما لیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ کمائی اس کے نصیب میں تھی اور اس کی قسمت اچھی تھی۔ میرا کہنا ہے کہ آدمی محنت کرے اور قسمت ساتھ دے تو کام بنتا ہے بغیر محنت کئے قسمت اچھی نہیں ہو سکتی۔ میرے دوست کا کہنا ہے کہ ایک آدمی پورا دن محنت کر کے جتنے پیسے کماتا ہے اور دوسرا آدمی ایک گھنٹے میں اتنے پیسے کما لیتا ہے۔ برائے مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کس کا نقطہ نظر ٹھیک ہے؟

ج:......یہ تو صحیح ہے کہ جو قسمت میں لکھا ہو وہی ملتا ہے اس سے زیادہ نہیں ملتا لیکن حلال روزی کے لئے محنت ضرور کرنی چاہئے۔ قسمت کا حال کسی کو معلوم نہیں اور حلال روزی کے لئے شرعی فرائض کی پابندی ضروری ہے۔

نظر لگنے کی کیا حیثیت ہے؟

س:......ہمارے معاشرے میں یا یوں کہئے کہ ہمارے بڑے بوڑھے ''نظر ہونے یا نظر لگنے'' کے بہت قائل ہیں خاص طور سے چھوٹے بچوں کے لئے بہت کہا جاتا ہے (خصوصاً اگر وہ دودھ نہ پئے یا کچھ طبیعت خراب ہو وغیرہ) کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے پھر باقاعدہ نظر اتاری جاتی ہے۔ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں کہ اسلامی معاشرہ میں اس کی کیا توجیہ ہے؟

ج:......نظر لگنا برحق ہے اور اس کا اتارنا جائز ہے بشرطیکہ اتارنے کا طریقہ خلاف شریعت نہ ہو۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

سرپرستِ اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

جلد: ۲۰ | ۱۹ تا ۲۵ صفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۳ تا ۹ مئی ۲۰۰۲ء | شمارہ: ۵۰

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلسِ ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا محمد اشرف کھوکھر
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

روحانی قتل عام	(اداریہ)	4
قرآن ایک سدابہار معجزہ	(مولانا شہاب الدین)	6
عقیدہ توحید	(عبداللہ)	11
اسلام اور تعلیم	(الفا محمود بھا)	13
مسلمان عورت کہاں جا رہی ہے؟	(السیدہ محمد)	17
اسلامی اصول............	(مولانا سعید الرحمٰن)	22
مقدس فریضہ......	(مولانا سرفراز صفدر)	24

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت،
مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زرِ تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲_۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روحانی قتل عام

مرزا غلام احمد قادیانی نے جس وقت اپنے آقاؤں کے حکم پر نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت اسے یہ یقین دہانی تو یقیناً کرائی گئی ہو گی کہ اس کی جھوٹی نبوت کے فروغ کے لئے تر تمام سرکاری مشینری استعمال کی جائے گی اور حکومت وقت اپنی تمام تر کوششیں اس کی نبوت کے تحفظ اور اسے ہندوستان بھر میں پھیلانے کے لئے استعمال کرے گی' کیونکہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور امت مسلمہ کا رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے کاٹنے کے لئے حکومت وقت کو مرزا غلام احمد لعین قادیانی کی نبوت کاذبہ کی اشد ضرورت تھی لیکن یہ بات شائد خود مرزا اور اس کے آقا کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی کہ تقریباً ایک صدی بعد ایک وقت آئے گا جب ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ پر اسی نبوت کاذبہ کو سامنے لانے کی ضرورت پیش آئے گی اور دنیا بھر میں جہاں جہاں اسلام اور مسلمانوں میں جذبہ حریت کے آثار پائے جاتے ہونگے وہاں ان آثار کے خاتمہ کے لئے اسی نبوت کاذبہ کو میدان عمل میں لانا پڑے گا۔ اس حقیقت کا ادراک مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے تقریباً ۹۴ سال بعد مرزا غلام احمد کے پوتے اور قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر کے دور میں اس طرح ہوتا ہے کہ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق دنیا کے جن خطوں میں مسلم حریت پسند پائے جاتے ہیں وہاں قادیانیت کے فروغ کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی جارہی ہے تا کہ ان خطوں سے مسلم حریت پسندی کے اثرات کا مکمل خاتمہ کیا جاسکے۔ اس حوالے سے ایک مقامی روزنامے نے جو خبر شائع کی ہے اس کا متن ملاحظہ فرمایئے:

''افغانستان' مقبوضہ کشمیر میں قادیانیت پھیلانے کیلئے برطانیہ سرگرم

مرزا طاہر کو خصوصی ٹاسک دیدیا۔ قادیانیوں کے سربراہ نے اپنے ۱۰ مبلغین کو لندن طلب کرلیا

کراچی (وقائع نگار خصوصی) برطانیہ نے افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں قادیانیت پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کردی ہیں' اس ضمن میں برطانیہ نے مرزا طاہر احمد قادیانی کو خصوصی ٹاسک دے دیا ہے' جس کے بعد مرزا طاہر احمد قادیانی نے ربوہ میں موجود قادیانیوں کے ۱۰ مبلغین پر مشتمل ایک کمیٹی کو لندن طلب کیا ہے جو مئی کے پہلے ہفتے میں لندن پہنچے گی۔ انتہائی باخبر ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ برطانوی حکومت نے مرزا طاہر احمد قادیانی کو خصوصی ٹاسک دے دیا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر اور افغانستان میں بڑے پیمانے پر قادیانیت کی تبلیغ کریں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ برطانوی حکومت کی ایک اہم رکن کلارے شارٹ نے ۹/اپریل کو مرزا طاہر احمد قادیانی سے تفصیلی ملاقات کی' اس ملاقات میں مرزا طاہر احمد قادیانی کے علاوہ مرزا احمد دین قادیانی بھی شریک تھا۔ مذکورہ ملاقات میں برطانوی عہدیدار نے کہا کہ برطانوی حکومت کی خواہش ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور افغانستان میں تیزی سے قادیانی مذہب پھیلایا جائے تا کہ افغانستان اور کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت کو ختم کیا جاسکے' انہوں نے کہا کہ امریکہ افغانستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں ناکام ہوگیا ہے' اس لئے برطانوی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں قادیانی مذہب پھیلا کر مسلمانوں کی اکثریت کو توڑا جائے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ مرزا طاہر احمد قادیانی نے برطانوی حکومت کی عہدیدار سے کہا کہ وہ پاکستانی اور بھارتی

حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ قادیانیت کو تسلیم کریں اور پاکستان قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ واپس لے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ برطانوی عہدیدار نے مرزا طاہر احمد قادیانی کو یقین دلایا کہ ان کی حکومت اس سلسلے میں پاکستان اور بھارت سے بات کرے گی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ کلارے شارٹ سے بات چیت کے بعد مرزا طاہر احمد قادیانی نے ربوہ سے ۱۰ قادیانی مبلغوں کو لندن طلب کیا ہے جنھیں خصوصی ٹاسک دے کر افغانستان اور مقبوضہ کشمیر بھیجا جائے گا۔" (روزنامہ امت مورخہ ۲۲/اپریل ۲۰۰۲ء)

قادیانیت اپنے آقا کا خود کاشتہ پودا ہے جسے اس نے اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لئے سرزمین برصغیر میں کاشت کیا تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت' نزول مسیح اور فریضۂ جہاد کے انکار پر اپنی جھوٹی نبوت اور اپنے مذہب باطلہ کی بنیاد رکھنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کے لئے کھڑا کرنے کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ برصغیر میں مسلم حریت پسندی کا انسداد کیا جاسکے۔ چونکہ یہ ملک مسلمانوں سے چھینا گیا تھا' اور مسلمان بنیادی طور پر ایک حریت پسند قوم ہیں جو کسی دوسری قوم کی غلامی میں رہنا پسند نہیں کرتے' اس لئے انہیں اپنے زیر تسلط رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کے قومی تشخص کے اتنے حصے بخرے کئے جائیں کہ جب ان کے قومی تشخص پر حرف آئے تو وہ اس حصے بخرے کے چکر میں الجھ کر رہ جائیں' ان کے باہمی اختلافات انہیں کبھی متحد نہ ہونے دیں اور اس طرح وہ منظم انداز سے آزادی کی جدوجہد کرنے سے معذور ہو جائیں۔

یہ وہ عوامل تھے جن کی بنیاد پر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے انکار پر مشتمل تحریکات کی بنیاد رکھی جائے اور ان کی ہر ممکن سرپرستی کی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت وقت کے ایما پر نیچریت' چکڑالویت اور اس جیسے دیگر فتنے تیزی سے رونما ہوتے ہیں اور سرکاری سرپرستی میں ان کے فروغ کی بھرپور کوششیں کی جاتی ہیں۔ ان فتنوں کے بانیوں کو جدید عصری تعلیم کے لئے اسکول اور کالج قائم کر کے دیئے جاتے ہیں تاکہ مسلم نوجوان ان اسکول اور کالج میں داخل ہو کر عصری تعلیم کے بدلے اپنی متاع ایمان کا سودا کرسکیں۔

انہی ایام میں ایک روحانی و جسمانی عیوب کا پیکر قادیان سے اٹھتا ہے اور مہدی' مسیح' ملہم' مجدد' نبی اور رسول جیسے دعاوی کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی اپنی سی کوشش کرتا ہے' جس کے نتیجے میں نیچری' چکڑالوی اور دیگر گمراہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ یہ شخص' جسے دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے جانتی ہے' عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبی بن بیٹھتا ہے' حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانیہ کا انکار کر کے بزعم خود مدعی مسیحیت بن جاتا ہے اور فریضۂ جہاد کا انکار کر کے جہاد کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیتا ہے۔

اس کے انکار کے زیر اثر افراد انہی عقائد کو لے کر آگے بڑھتے ہیں اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی آئینی ترامیم کے بعد پاکستان میں ان عقائد کے فروغ سے مایوس ہو کر ان عقائد کو دنیا بھر میں پھیلانے کی اپنی سی کوشش شروع کر دیتے ہیں' حتیٰ کہ ۱۱/ستمبر کا واقعہ رونما ہوتا ہے اور قادیانیوں کے آقا کو پھر اپنا یہ پرانا اور وفادار خادم یاد آ جاتا ہے۔ وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اپنے اس وفادار مہرہ کو بساط عالم کی شطرنج پر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں پھر آگے بڑھایا جائے اور جن خطوں میں مسلمان حریت پسندی کی تحریکات چلا رہے ہیں وہاں مسلمانوں کے جسمانی قتل عام کے بعد اب ان کا روحانی قتل عام شروع کیا جائے' اور اپنے اس مہرہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے ان خطوں کے عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔

تاریخ نے اپنے آپ کو دھرایا' ۱۸۵۷ء کا سانحہ پھر مسلمانوں پر ایک نئے انداز سے گزرا۔ فریق بھی وہی رہے' تاریخ کا فیصلہ بھی وہی رہا اور قربانیوں کی داستانیں بھی وہی رہیں۔ دیکھئے اب قدرت' اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اپنی حکمت بالغہ سے کیا فیصلے صادر فرماتی ہے۔ بہرحال اس وقت عالم اسلام کے مسلمانوں کا بالعموم اور افغانستان اور کشمیر کے مسلمانوں کا بالخصوص یہ فریضہ ہے کہ وہ قادیانیت کے فروغ کی ہر کوشش کو اپنے ملک اور خطہ میں ناکام بنا دیں اور اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو کر میدان عمل میں اتر آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن ایک سدا بہار معجزہ

روئے زمین پر ایسی کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو مرورِ ایام کے باعث از کار رفتہ نہ ہو چکی ہو اور اس کے مباحث فرسودہ قرار نہ پا چکے ہوں۔ خاص کر علوم و فنون اور مختلف فلسفوں کی کتابیں آؤٹ آف ڈیٹ ہوتی جا رہی ہیں' کیونکہ نئے علوم اور نئے نئے انکشافات کی بدولت قدیم نظریات اور قدیم فلسفے مہمل اور کہنہ سالہ قرار پا رہے ہیں۔ آج ایک نظریہ قائم ہوتا ہے تو کل وہ ٹوٹا نظر آتا ہے۔ کسی بھی نظریے اور فلسفے کو ثبات و قرار حاصل نہیں ہے' لیکن اس باب میں صرف ایک ہی کتاب کا استثنا ہے جو دنیا کے پورے لٹریچر میں اپنی نوعیت کی اولین اور نرالی کتاب ہے اور وہ ہے قرآن عظیم' جس کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نئے نئے انکشافات کے باعث اس کے مضامین و مباحث فرسودہ یا آؤٹ آف ڈیٹ ہونے کے بجائے بالکل تر و تازہ اور اپ ٹو ڈیٹ دکھائی دیتے ہیں' اس کے معانی و مطالب نکھر نکھر کر سامنے آتے ہیں' اور اس کے نتیجے میں اس کے اسرار و حقائق کے نئے نئے جلوؤں کا مشاہدہ ہوتا ہے جو نوع انسانی کے لئے باعث ہدایت ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ہدایت سدا بہار اور لازوال ہے' ظاہر ہے کہ یہ نرالی خصوصیت کسی انسانی کلام میں نہیں پائی جاتی' لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن عظیم کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں کائنات اور نظام کائنات کے بارے میں بے شمار حقائق مذکور ہیں' جن کی حقیقت سے سابقہ ادوار کے لوگ واقف نہیں تھے لیکن آج علمی ترقی کی بدولت ان کا مفہوم واضح ہوتا جا رہا ہے اور اس کلام حکمت کی صداقت و سچائی پر نئی روشنی پڑ رہی ہے اور اس کی حقانیت کے نئے نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب حکمت کے نازل کرنے والے روز اول ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس میں دو قسم کی آیات (محکمات و متشابہات) موجود ہیں۔ محکمات سے مراد معنی کے لحاظ سے واضح اور متشابہات سے مراد غیر واضح آیات ہیں جن کا صحیح مفہوم زیادہ تر مستقبل کے علوم و معارف کی روشنی میں واضح ہونے والا ہو۔ اس سے جہاں ایک طرف ایک ہمہ دان ہستی کا وجود ثابت ہوتا

مولانا شہاب الدین ندوی

ہے جو علام الغیوب ہے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی صداقت و سچائی کا ایک نیا روپ سامنے آتا ہے کہ یہ کلام حکمت ایسے غیبی حقائق پر مشتمل ہے جن کا علم سابقہ ادوار کے لوگوں کو نہیں تھا۔ اس لحاظ سے کتاب الٰہی موجودہ دور کے لئے ایک معجزہ ہونے کی حیثیت رکھتی ہے' اور اس بے مثال مظہر ربوبیت کی بنا پر آج عصر جدید کے لئے کلام الٰہی کی صداقت کا ایک سائنٹفک ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ وہ کسی انسان کا ساختہ و پرداختہ نہیں ہو سکتا ورنہ اس میں نئے نئے مسائل کا تذکرہ نہ ملتا اور وہ لازوال سچائیوں سے مملو دکھائی نہ دیتا۔

فطرت و شریعت یا قرآن اور کائنات میں متعدد حیثیتوں سے مشابہت و مطابقت پائی جاتی ہے۔ یہ کائنات چونکہ باری تعالیٰ کی صفت تکوین کی مظہر ہے اس لئے اس میں خلاق عالم نے اپنے وجود' اپنی وحدت و یکتائی' اپنی قدرت و خلاقیات اور اپنی ربوبیت و الوہیت کی نشانیاں تمام مظاہر فطرت اور ان کے نظام میں رکھ چھوڑی ہیں' جو ان کے تحقیقی مطالعے کے باعث منظر عام پر آتی ہیں' مظاہر فطرت کے ان نظاموں کے اصول و ضوابط اور ان کے رموز و اسرار باری تعالیٰ نے اپنی کتاب حکمت میں انتہائی اختصار کے ساتھ درج کر دیے ہیں' اور یہ رموز و اسرار مظاہر فطرت کی تحقیق و تفتیش کے باعث کھل کر سامنے آتے ہیں اور اس کے اصول و ضوابط کی قدر و قیمت علمی و سائنسی نقطہ نظر سے واضح ہو جاتی ہے' جس کے باعث قرآن عظیم ہر دور کے لئے بالکل تر و تازہ اور اپ ٹو ڈیٹ دکھائی دینے لگتا ہے۔

اس اعتبار سے فطرت و شریعت ایک دوسرے کی تفسیر کرتے نظر آتے ہیں' یعنی جو کتاب میں ہے اس کی شرح و تفسیر کائنات میں ہے' اور جو کچھ کائنات میں ہے اس کے اصول و ضوابط کتاب اللہ میں مرقوم ہیں' اور ان دونوں میں یک سرمو تعارض و تضاد نہیں ہے۔ اس حیرت انگیز مظہر ربوبیت کے ملاحظے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمے سے صادر شدہ ہیں۔ یعنی جس ہستی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اس نے یہ

کلام پر تر بھی نازل کیا ہے اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کائنات نہ تو بخت و اتفاق کے تحت یا بغیر کسی خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور نہ یہ کلام کسی انسان کا گھڑا ہوا ہے‘ اور اس کا تیسرا نتیجہ ہے کہ اس سے خدائی حکمت و منصوبہ بندی بھی پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے کہ قرآن اور کائنات کی تطبیق و ہمنوائی سے وہ سارے حقائق اسی طرح ظاہر ہو رہے ہیں‘ جس طرح کہ نقاش فطرت نے ان کا منصوبہ بنایا تھا۔

غرض قرآن اور کائنات دونوں اپنی جگہ پر ایک زبردست معجزہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں‘ ایک تخلیقی معجزہ ہے تو دوسرا علمی یا کتابی معجزہ اور یہ دونوں متعدد اعتبار سے ایک دوسرے سے مطابقت و مشابہت رکھتے ہیں جو نوع انسانی کو قائل کرانے کے لئے بہت کافی ہیں۔

اس سلسلے میں قرآن عظیم نے دلیل و استدلال کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ حد درجہ انوکھا اور نرالا ہے اور یہ طرز بیان ہر دور کے علوم و معارف کو بنیاد بنا کر کیا گیا ہے‘ جن کے ملاحظے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقلی یا فلسفیانہ نقطۂ نظر سے تمام ادوار کی مشترکہ ذہنیت اور اس کے بنیادی عناصر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلام کیا جا رہا ہے جو ہر قسم کے منکرین و معاندین پر صادق آ سکتا ہے‘ یہی وجہ ہے کہ اس کے علمی و عقلی دلائل کبھی فرسودہ نہیں ہو سکتے‘ بلکہ ان کی تازگی ہمیشہ برقرار رہتی ہے اور یہ دلائل و براہین جدید سے جدید تر تحقیقات و انکشافات کے باعث حیرت انگیز طور پر اور زیادہ معنی خیز نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ عقلی و منطقی اعتبار سے جتنے بھی دلائل ہو سکتے ہیں ان سب کا احاطہ کر لیا گیا ہے اور منکرین حق کے شکوک و شبہات اور ان کے اعتراضات کا معقول و مدلل جواب دیا گیا ہے‘ نیز مختلف علوم و فنون میں موجود نئے نئے دلائل و براہین کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جن کی چھان بین سے علمی دلائل کا ایک لامتناہی سلسلہ سامنے آتا ہے‘ اس لحاظ سے قرآن‘ سائنس اور فلسفے کی کتاب نہ ہونے کے باوجود سائنس اور فلسفے کے مسائل سے بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے جو اس کا ایک محیر العقول روپ ہے‘ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ نئے نئے مسائل کا تذکرہ اور ان پر کلام سائنس اور فلسفے کے مباحث چھیڑے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ کتاب اللہ کی جامعیت و کاملیت کا ایک بے مثال جلوہ ہے‘ جس کا نظارہ چشم فلک نے اب تک نہیں کیا تھا‘ یہی اس کتاب کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو عصر جدید میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس لحاظ سے قرآن عظیم جس طرح شرعی مسائل و مباحث کے لحاظ سے ایک جامع اور کامل صحیفہ ہے اسی طرح وہ اپنے نوع بنوع دلائل و براہین کے لحاظ سے بھی ایک جامع اور کامل ترین کتاب ہے۔

غرض قرآن عظیم کے دلائل و براہین کی کوئی انتہا نہیں ہے‘ جو عالم انسانی کو راہ راست پر لانے کی غرض سے مذکور ہیں‘ یہی اس صحیفہ ربانی کی اصل ہدایت و رہنمائی ہے جو اس کے بنیادی وصف کے عین مطابق ہے چونکہ خلاق ازل نوع انسانی کی گمراہی کو پسند نہیں کرتا‘ اس لئے اسے گمراہی کے غار سے باہر نکالنے کی غرض سے اس نے ”آیات“ اور ”بینات“ یعنی دلائل ربوبیت کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا ہے‘ چنانچہ قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر اسلوب بدل بدل کر اور مختلف پیرایوں میں نظام فطرت میں موجود ان آیات و بینات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور مختلف طریقوں سے نوع انسانی کو ان کا کھوج لگانے پر ابھارا گیا ہے‘ اور اس سلسلے میں غور و فکر اور تعقل و تفکر پر زور دیا ہے‘ چونکہ عقلی و علمی نقطۂ نظر سے اس کائنات میں شرک‘ مظاہر پرستی اور الحاد و مادیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ دلائل و براہین لامحالہ طور پر خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کائنات مادی کا ایک ایک ذرہ‘ اس کی ڈالی ڈالی اور بوٹا بوٹا خدائے خلاق کی خلاقیت و ربوبیت کا گواہ ہے۔ چنانچہ مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے ان مظاہر کے ”انوکھے پن“ اور ان کے حیران کن نظاموں کی کوئی معقول تشریح و توجیہ نہیں جا سکتی‘ بلکہ دنیائے سائنس ربوبیت کی اس انوکھی کاریگری اور صناعی کو سمجھنے تک سے قاصر ہے‘ چاہے اس کا تعلق طبعیات کی دنیا سے ہو یا عالم حیاتیات سے متعلق ہو‘ حالانکہ اس نے عالم مادیت کے ہفت خواں سر کر لئے ہیں اور چاند ستاروں کی تسخیر تک کر لی ہے‘ چنانچہ آپ اس کائنات کا کونہ کونہ چھان ماریئے اور ایک ایک مظہر فطرت کا تفصیلی جائزہ لیجئے‘ حیوانات‘ و نباتات کا مطالعہ کیجئے یا جمادات و سماوات کا مشاہدہ فرمایئے‘ ہر جگہ آپ کو ربوبیت کی تحیر خیز کاریگری اور بصیرت افروز نظارے ملیں گے اور آپ خدائے خلاق کی گلکاریوں سے عش عش کر اٹھیں گے‘ ہر جگہ حسن کاری‘ توازن‘ موزونیت اور رکھ رکھاؤ کا عجیب و غریب نظام دکھائی دے گا اور ان گونا گوں مظاہر اور ان کی رنگارنگیوں کے باوجود ہر جگہ نظم و ضبط اور تنظیم کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسا منظم اور بے داغ نظام جس میں کہیں بھی رخنہ و شگاف نہ ہو بغیر کسی خالق و ناظم کے وجود میں نہیں آ سکتا۔

بہرحال قرآن عظیم کے پرشکوہ اور مضبوط ترین دلائل کی حقیقت و صداقت موجودہ سائنسی تحقیقات و انکشافات کے دور میں کھل کر سامنے آ گئی ہے اور آیات الٰہی اور بینات ربانی کے نئے نئے روپ جلوہ گر ہو کر آنکھوں کو خیرہ کئے جا رہے ہیں جو مختلف علوم و مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآنی اسرار و عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ عالم انسانی کو مبہوت و ششدر کرنے کے لئے کافی

ہیں۔ چونکہ قرآن عظیم اپنے معقول اور طاقتور دلائل وبراہین کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے اس لئے اسے پوری نوع انسانی کے لئے "ہدایت نامہ" قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے وہ تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے وہ ہدایت کے واضح دلائل پر مشتمل اور فرقان (حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے والی کسوٹی) بھی ہے۔"
(البقرہ:۱۸۵)

اس آیت کریمہ میں صاف صاف طریقے سے بتایا جا رہا ہے کہ ہدایت سے مراد واضح نشانیاں یا دلائل ربوبیت ہیں جو ہدایت کا راستہ کھولتے ہیں اور دل کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرقان بھی ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی کسوٹی جو کھرے اور کھوٹے افکار و نظریات کو پرکھتی ہے اور انہیں الگ الگ کر دیتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کسوٹی میں ہر قسم کے افکار و نظریات کی جانچ پڑتال کی جاسکتی ہے خواہ وہ دور قدیم سے متعلق ہوں یا دور جدید سے اس لئے وہ سارے جہاں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور وہ اپنے دلائل و براہین کی قوت کی بنا پر عالم انسانی کو روشنی کی کرن دکھاتا ہے۔

قرآن عظیم کی اصل ہدایت و رہنمائی یہی ہے کہ وہ سارے جہاں کے لئے ہدایت نامہ اور ایک واضح بیان ہے اور اس کی دعوت عام ہے۔ جس کسی کو ہدایت یافتہ بننا ہو وہ اس چشمہ ہدایت کی طرف آسکتا ہے:

"وہی ہے جو اپنے بندے پر کھلے کھلے دلائل نازل کر رہا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی کی طرف لے آئے کیونکہ اللہ تم پر بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔" (الحدید:۹)

"یقیناً ہم نے واضح ترین دلائل اتار دیئے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔" (النور:۴۶)

یعنی اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت سے سرفراز کرتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو چنانچہ وہ کسی کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا کیونکہ دلائل و استدلال کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر شخص دلائل کی قوت کی بنا کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا خود فیصلہ کرے اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر فرمان الٰہی ہے:

"اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو کھلے کھلے دلائل سے مزین کر کے اتارا ہے اور اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو (ہدایت کا) ارادہ کرے۔" (الحج:۱۶)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن عظیم اپنے ان کھلے ہوئے اور واضح دلائل و براہین کی وجہ سے پورے عالم انسانی کے لئے نامہ ہدایت ہے مگر اہل اسلام نے ہدایت کا ایک محدود مفہوم مراد لے کر اس کے اس وسیع مفہوم کو پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے اور اس منفی رویہ کی وجہ سے نوع انسانی کو قرآنی سرچشمہ ہدایت کی طرف لانے کے تمام تقاضے پس پشت چلے گئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ نوع انسانی کی گمراہیوں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

بے شک قرآن اہل ایمان کے لئے بھی از روئے "ھدی للمتقین" ہدایت نامہ ضرور ہے۔ مگر ہدایت صرف اہل ایمان ہی کے لئے مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ قرآن پورے عالم انسانی کے لئے عموماً اور اہل اسلام کے لئے خصوصاً ہدایت نامہ ہو سکتا ہے علاوہ ازیں اس کے اہل اسلام کے لئے ہدایت نامہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ محض شرعی مسائل کی تفصیل و تفہیم کے لحاظ سے ہی نامہ ہدایت ہے بلکہ اس میں بھی ہدایت کا ایک وسیع تصور مقصود ہے۔ چنانچہ قرآنی نقطۂ نظر سے اس کی اصل ہدایت یہ ہے کہ وہ ہر چیز اور ہر نظریہ کے بارے میں صحیح تصور عطا کرتا ہے چاہے وہ نظام شریعت سے متعلق ہو یا نظام فطرت سے متعلق ہو چنانچہ قرآن حکیم میں متعدد مواقع پر جہاں اہل اسلام کے لئے نامہ ہدایت ہونے کی بات کہی گئی ہے وہ ایک وسیع پس منظر میں ہے بطور مثال چند آیات ملاحظہ ہوں:

"ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرتی ہے اور (اس بنا پر) وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے۔" (النحل:۸۹)

"یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس اس لئے بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کے باہمی اختلافات کو کھول کر بیان کر دیں اور (اس بنا پر) وہ اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔" (سورہ نحل:۶۴)

یہ اور اس قسم کی دیگر آیات کے ذریعہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم کے اہل ایمان کے لئے ہدایت نامہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز یا فطرت و شریعت کے ہر مسئلے کی وضاحت کرنے والا لوگوں کے باہمی فکری نظریاتی اختلافات کو دور کرنے والا اور نوع انسانی کے دلی امراض کے لئے دوائے شافی عطا کرنے والا ہے۔ اس لحاظ سے چونکہ یہ صحیفہ حکمت نئے نئے مسائل میں صحیح رہنمائی کرنے والا اور ہر چیز کی وضاحت بخوبی کرنے والا ہے اس لئے وہ اہل اسلام کے لئے رحمت و بشارت کا باعث ہے یعنی نئے نئے علوم و معارف کے ظہور کے بعد جب فکری دنیا میں انتشار برپا ہو جائے جس طرح کہ ۱۹۶۹ء میں چاند کی فتح کے بعد

علمی دنیا میں عجیب طرح کی بدحواسی طاری ہوگئی تھی تو ایسے مواقع پر کتاب الٰہی اہل اسلام کی صحیح رہنمائی کرے تاکہ ان کے ایمان میں کسی طرح کی لغزش پیدا نہ ہوجائے بلکہ ان کے پائے ثبات دین الٰہی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں۔ اسی وجہ سے نئے نئے مسائل میں اہل ایمان کی ہدایت ضروری ہے' چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے:

"کہہ دو کہ اس کتاب کو روح القدس نے تمہارے رب کی جانب سے حقانیت کے ساتھ اتارا ہے تاکہ وہ اہل ایمان کے قدم جمائے رکھے اور (اس لحاظ سے) وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت وبشارت ہے۔"
(نحل:۱۰۲)

ظاہر ہے کہ اس قسم کے احکام ومسائل میں صحیح رہنمائی کرنا دین ابدی کی ہی خصوصیت ہوسکتی ہے جو مستقبل میں پیش آنے والے حالات وواقعات میں ہدایت ورہنمائی کا مکمل سامان اپنے اوراق کے اندر رکھتی ہو تاکہ اہل اسلام کبھی گمراہ ہونے نہ پائیں۔ اس بحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ہدایت کا وہ محدود مفہوم ہرگز مراد نہیں ہے جو آج کل مسلمانوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے کہ جب کبھی کوئی نئی بحث چھڑتی ہے تو وہ فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ قرآن علوم ومسائل کی کتاب نہیں ہے' بلکہ اس کا موضوع ہدایت ہے اور ہدایت سے مراد ان کے نزدیک محض چند شرعی مسائل ہیں اور بس۔

ذلك مبلغهم من العلم۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن عظیم سارے عالم انسانی کے لئے عموماً اور اہل اسلام کے لئے خصوصاً ہدایت نامہ ہے مگر اس کے ہادی ورہنما ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ محض چند شرعی واخلاقی مسائل میں رہنمائی کرتا ہے بلکہ اس کی اصل رہنمائی اس کے وہ علمی وعقلی دلائل وبراہین ہیں جو سارے جہاں کے لئے باعث ہدایت ہیں اور وہ اپنی حجیت کے لحاظ سے دلیل واستدلال کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ نت نئے علوم ومعارف کے ظہور کے بعد اس کے یہ دلائل اور زیادہ قطعی اور موثر طور پر عالم انسانی کو جھنجوڑنے اور ان کے اذہان کو صیقل کرنے والے ہوتے ہیں جو نت نئی سمتوں میں پیش قدمی کرتے ہوئے ہر علم وفن کے اندر پوشیدہ "خدائی حجت" کو ڈھونڈ نکالنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس لئے علوم ومعارف کے سمندروں کو چھاننا ضروری ہے' جس کے بغیر گوہر مراد حاصل نہیں ہوسکتا' آج علوم وفنون کی یہ کھیتی پک کر تیار ہوگئی ہے اور اب فصل کاٹنے کا وقت آ گیا ہے' مگر اس کے باوجود اہل اسلام ایک محدود تصور لئے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں تو اس میں قصور کس کا ہے؟ باری تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب عظیم سارے جہان کو ڈرانے اور اسے متنبہ کرنے کی غرض سے نازل کی گئی ہے:

"بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق وباطل میں تمیز کرنے والی کسوٹی) نازل کی تاکہ وہ سارے جہان کو متنبہ کرسکے۔" (فرقان:۱)

یہ قرآن عظیم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ وہ ہر دور میں سارے جہاں کے لئے "فرقان" ہے جو اس کی اس عظیم صفت کی بنا پر اس کا دوسرا نام قرار پاچکا ہے' اور اسی زبردست وصف کی بنا پر وہ تا قیامت ہر دور کے لئے ایک معجزہ رہے گا' یعنی دلیل واستدلال کے میدان میں وہ باطل نظریات اور باطل فلسفوں کو پچھاڑتا رہے گا تاکہ خداوند قدوس کی دلیل ہمیشہ غالب رہے' اسی لئے فرمایا گیا ہے:

"کہہ دو کہ (دین) حق آ گیا اور باطل مٹ گیا' باطل کو تو لامحالہ مٹنا ہی تھا۔"
(بنی اسرائیل:۸۱)

لہٰذا آج دنیا کے ہر علم وفن میں گھس کر باطل افکار ونظریات اور باطل فلسفوں کو علمی وعقلی میدان میں شکست دینا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے تاکہ اس کے نتیجے میں کلمۃ الٰہی کا بول بالا ہو اور جب تک یہ عمل پورا نہ ہوا اسلام کی نشاۃ ثانیہ عمل میں نہیں آ سکتی۔ موجودہ علوم وفنون کی ترقی کے باعث اس علمی معرکے کے لئے میدان ہموار ہوگیا ہے' لہٰذا آج مسلمانوں کو حق وباطل کی اس لڑائی کے لئے پوری طرح کمربستہ ہوجانا چاہئے' خاموشی ان کے لئے شرعاً حرام ہے کیونکہ آج مسلمانوں کے لئے زندگی اور موت کا سوال پیدا ہوگیا ہے' اگر وہ جسمانی جہاد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں تو علمی جہاد تو کرسکتے ہیں لیکن ان دونوں قسم کے جہاد سے منہ موڑنے کا نتیجہ سوائے تباہی وبربادی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا' حیرت ہے کہ مسلمان ایسی زبردست خصوصیت والی کتاب کے حامل ہونے کے باوجود' جو علمی اعتبار سے دنیا کو ہلا اور ہلا سکتی ہے' آخر کیسے اور کس بنا پر غافل اور لاپرواہ ہیں؟ کیا ان کے لئے اس کتاب عظیم کی صحیح عظمت سے واقف ہونے اور اس پر عمل کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟ واقعہ یہ ہے کہ آج قرآن عظیم کے علمی و عقلی دلائل پوری نوع انسانی کو چیلنج کررہے ہیں اور دلیل واستدلال کے میدان میں اسے للکار رہے ہیں' اگر اہل اسلام قرآن حکیم کی رہنمائی میں اس کے ان دلائل کو مختلف علوم وفنون اور خاص کر جدید تحقیقات واکتشافات کی روشنی میں مدون کرکے انہیں دعوتی انداز میں نوع انسانی کے سامنے پیش کریں تو اس سے اچھے نتائج نکلنے کی امید ہے تاکہ وہ قرآنی ہدایت سے راہ یاب ہوسکے۔ یہ دلائل چونکہ خود مادہ پرستوں کی تحقیقات واکتشافات پر مبنی ہونے کی وجہ سے ان پر زیادہ بہتر طور پر اثر انداز ہوسکتے ہیں اور انہیں نظر انداز کرنا کسی کے لئے بھی آسان نہ ہوگا' ان دلائل

کے سامنے آجانے کے بعد جس کو مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مر جائے اور جسے زندہ رہنا ہو وہ دلیل دیکھ کر زندہ رہے' گویا کہ خدا کی حجت پوری ہو چکی ہے:

"تا کہ جس کو مرنا ہو وہ اتمام حجت کے بعد مرے اور جو زندہ رہے وہ اتمام حجت کے بعد زندہ ہے۔" (سورۃ انفال:۴۲)

"یہ تو ایک تذکرہ اور واضح قرآن ہے تا کہ وہ ڈرائے اس کو جو (ذہنی اعتبار سے) زندہ ہے اور منکرین پر بات (حجت) پوری ہو جائے۔" (یٰس:۶۹'۷۰)

لہٰذا اسلام کے علمبرداروں پر یہ شرعی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ قرآن عظیم کے ان علمی و عقلی دلائل و براہین کو جدید علوم کی روشنی میں مرتب و مدون کر کے نوع انسانی کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سامان مہیا کریں تا کہ وہ یا تو راہ راست پر آجائے یا اس پر خدا کی حجت پوری ہو جائے' مگر یہ کام کسی ایک یا دو افراد کے کرنے کا نہیں ہے' کیونکہ کوئی اکا دکا شخص تمام علوم و فنون اور تمام مسائل و مباحث پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس عظیم کام کے لئے ایک ٹیم ورک ضروری ہے' یعنی ایک ایسی جماعت کی تشکیل جو مختلف علوم و فنون اور تمام مسائل و مباحث پر حاوی ہو۔ یہ کام امت مسلمہ کے ذمہ قرض ہے اور جب تک وہ اس قرض کو ادا نہیں کرتی موجودہ گمراہیوں کا استیصال نہیں ہو سکتا' اور مسلمان جب تک اپنا یہ شرعی فریضہ ادا نہیں کرتے وہ عالم انسانی کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کام بھی بتا دیا ہے اور اس کے کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے لہٰذا اب انہیں مزید کس چیز کا انتظار ہے؟ یہ ایسا کام ہے جس میں نہ صرف اہل اسلام کی نجات ہے بلکہ خود پورے عالم بشری کے لئے بھی سامان نجات ہے' یہ پوری امت مسلمہ کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک)

ہندی مسلمان

علامہ اقبال

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
"مسکیں و لکم ماندہ دریں کشمکش اندر"

HB Trustable Mark
فون:5215551-5675454
فیکس:5671503
Hameed Bros Jewellers HB
3, Mohan Tarrace Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-3
HB
حمید برادرز جیولرز
3 موہن ٹیرس، نزد جلال دین، شاہراہ عراق، صدر کراچی

عبداللہ

عقیدۂ توحید

ہمارا ایمان ہے کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والی ایک پاک ہستی ہے۔ جس کا مبارک نام اللہ ہے۔ اس کے متعلق ہمارے عقیدے یہ ہیں:۔

۱۔ وہ ایک ہے' نہ ذات میں کوئی اس کا مثل و مانند ہے نہ صفات میں۔ پوجنے کے لائق وہی ایک اکیلا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو پوجنا بڑی بغاوت ہے۔ جس کو شریعت مقدسہ شرک کہتی ہے۔

پوجنا عربی کے لفظ عبادت کا ترجمہ ہے اور عبادت کے معنی لغت عرب میں کسی کے سامنے اپنی عاجزی اور ذلت کا اظہار کرنا (کشاف مع حاشیہ میر سید شریف) پس مطلب یہ ہوا کہ عاجزی و ذلت کا اظہار فقط ایک اللہ کے سامنے کرنا چاہیے۔ کسی اور کے سامنے کرنا جائز نہیں۔

۲۔ وہ اللہ حی ہے یعنی صفت حیات اس کو حاصل ہے۔ "قدیر" ہے یعنی جو کچھ وہ چاہے اس پر اس کو قدرت ہے۔ "مرید" ہے یعنی ارادہ کی صفت اس کو حاصل ہے۔ علیم ہے یعنی صفت علم اس کے لئے ثابت ہے۔ کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سی بڑی چیز کوئی ظاہر سے ظاہر اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ "سمیع" ہے یعنی سننے کا وصف اس کو حاصل ہے۔ ہر آواز اور ہر پکار کو سنتا ہے۔ "بصیر" ہے یعنی دیکھنے کی صفت اس کے لئے ثابت ہے۔ ہر چیز کو ہر وقت اور حالت میں دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کے دیکھنے سے چھپ نہیں سکتی۔ "متکلم" ہے یعنی کلام کرنے کا وصف اس کو حاصل ہے جس سے چاہتا ہے بات کرتا ہے۔ جس کام کو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ جس کام سے چاہتا ہے منع کرتا ہے۔ "خالق" ہے یعنی چیزوں کو نیست سے ہست کرنے کی صفت اس کے لئے ثابت ہے۔

ان صفات کے علاوہ اور تمام صفات کمال کی اس کو حاصل ہیں جن کی گنتی نہیں ہوسکتی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس کی ذات کی طرح قدیم ہیں اس کی ذات ازلی و ابدی ہے اور اس کی ذات کے لئے صفات کمال بھی ہمیشہ سے حاصل ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے۔ اس لئے اہل حق' اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ وہ قدیم ہے غیر مخلوق ہے۔ ہم قرآن مجید کے نقوش کو جو لکھنے والے لکھتے ہیں۔ نیز ان الفاظ کو جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں قدیم نہیں کہتے بلکہ وہ خدا کا کلام ہے جس پر ہمارے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اس کو ہم قدیم کہتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ جو کچھ ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کا مملوک ومخلوق ہے۔ اچھی اور بری قسم کی چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ زہر اور تریاق شر اور خیر سب کا خالق وہی ہے۔ ہمارے اعمال نیک و بد سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ان اعمال کے کسب کرنے والے البتہ ہم ہیں۔

۵۔ اس کے ملک میں' جو سارے جہانوں کو شامل ہے' اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' اور نہ ہوسکتا ہے۔ ایک پتا بھی اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتا۔

نظام عالم جو تم دیکھ رہے ہو اس کی یہ مثال نہیں ہے کہ جیسے کسی گھڑی میں کوک بھر دی گئی کہ جب تک وہ کوک بھری ہے۔ گھڑی کی سوئیاں چل رہی ہیں۔ کوک بھرنے والے کے ارادہ کو اب کچھ دخل نہیں۔ بلکہ نظام عالم کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص گھڑی کی سوئیوں کو اپنی انگلی سے چلائے جب تک انگلی سوئی کو حرکت دے رہی ہے سوئی چل رہی ہے۔ انگلی ہٹ جائے تو سوئی کی حرکت موقوف۔ اللہ کی مشیت نظام عالم کو اسی طرح چلا رہی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ بندے اپنے افعال میں نہ تو پورے طور پر بااختیار ہیں کہ خدا کی مشیت کی تنقیص ہو اور نہ مجبور محض ہیں کہ جزا وسزا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے بلکہ اختیار وجبر کے درمیان کی ایک حالت ہے جس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ وہ ان کو رزق دیتا ہے' انہیں اولاد دیتا ہے' ان کی دعائیں قبول کرتا ہے' ان کی مدد کرتا ہے' اپنے فرمانبردار بندوں سے محبت کرتا ہے اور ان کو اپنا قرب بخشتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ جسم اور جسمانی چیزوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کے لئے کوئی مکان نہیں۔ کھانے' پینے صحت ومرض' خوشی اور غم بڑھاپے اور جوانی سے بری ہے نہ کسی چیز سے اس کو اتصال ہے۔ نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ اس میں کوئی چیز حلول کرتی ہے۔ نہ اس کے اولاد ہے نہ بیوی' نہ وہ کسی کی اولاد سے ہے۔ کوئی چیز اس پر واجب نہیں جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے غرضکہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے اس کی ذات پاک ہے اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے بڑے بڑے عہدہ داروں کو اختیارات دے کر کاموں پر مقرر کردیتے ہیں اور وہ عہدہ دار اپنے ان عطائی اختیارات سے اپنا کام کرتے ہیں۔ بادشاہ کے ارادے اور مشیت کو ان کاموں میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اس نے اپنے بندوں کو کاموں پر مقرر کیا۔ مثلاً ملک الموت کو قبض روح پر مگر وہ بغیر حکم اور مشیت کے قبض روح نہیں کرسکتے اور نہ روح قبض ہوسکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ہدایت کے کام پر مقرر کیا۔ مگر یہ بھی فرمایا۔ انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء۔ یعنی اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت پانا ضروری نہیں۔ البتہ ہم جس کو چاہیں اس کو ہدایت ملنا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر کام اللہ کے اختیار میں ہے وہی فائدہ پہنچانے والا ہے اور وہی نقصان دینے والا ہے۔

علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ توحید کا بڑا شعبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو فاعل بااختیار نہ سمجھے اور کسی سے نفع پہنچنے کی امید نہ رکھے اور کسی سے نقصان پہنچنے کا خوف نہ رکھے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

موحد چہ برپائے ریزی زرش
چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد ز کس
ہمیں ست بنیاد و توحید بس

۹۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اگر خدا کی ذات وصفات کی حقیقت کا ادراک ہوجائے تو گویا عقل

باقی صفحہ 23پر

مساجد کے لئے
خاص رعایت
جبار کارپٹس
پتہ: این آر ایونیو
نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک "جی" برکات حیدری، ناظم آباد
فون:6646888-6647655 فیکس:0921-21-5671503
ڈیلرز:
مون لائٹ کارپٹ
نیر کارپٹ
ثمر کارپٹ
وینس کارپٹ
اولمپیا کارپٹ

اسلام اور تعلیم

الفا محمود بھا

مسلمانوں میں زیادہ تر لوگ تعلیم کی اہمیت کو تو سمجھتے ہیں مگر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تعلیم کے مذہبی کردار سے پوری طرح واقف نہیں ہیں اسی طرح کچھ ایسے مسلم سائنس داں بھی ہیں جو سائنسی تجربات و مشاہدات میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ عام طور سے یہ لوگ مذہبی امور سے غافل ہو جاتے ہیں۔ ان مذہبی امور میں عموماً نماز سے زیادہ غفلت ہوتی جا رہی ہے۔

جہاں تک علم کا مسئلہ ہے تو در حقیقت علم صرف اور صرف عبادت کا ذریعہ ہے' وہ عبادت جو خدا تعالیٰ کی ہو کہ اس خدا نے بلا شرکت غیرے ہم سب کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا جب علم ایک ذریعہ ہے تو ہمیں اس علم کو اپنا ایمان مضبوط کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے' تقویٰ اختیار کرنے کے لئے اس کو استعمال کرنا چاہئے' اپنے مذہبی امور کو مؤثر انداز میں سرانجام دینے کے لئے اس کا استعمال کرنا چاہئے' لہٰذا انہیں چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے علم کے سلسلے میں یہاں تین چیزوں سے بحث کی گئی ہے' یہ تعلیمی مباحث باضابطہ قرآن و حدیث کے تناظر میں علی الترتیب بیان کئے جا رہے ہیں۔

تعلیم کا اسلامی نقطۂ نظر:

قرآن و حدیث میں تعلیم کا خیال خاص طور پر رکھا گیا ہے اور تعلیم حاصل کرنے اور اس کو سیکھنے پر بھرپور زور دیا گیا ہے' اس کی اہمیت کا اندازہ ''اقرأ'' یعنی ''پڑھو'' سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہوئی اس کے علاوہ متعدد ایسی آیتیں ہیں جن میں تلاش علم پر زور دیا گیا ہے۔ علم کی وقعت و اہمیت کے لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

> ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا' اور تمہارے سب کاموں کی اللہ کو اچھی طرح خبر ہے۔'' (سورۂ مجادلہ: ۱۱)

جس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کی سطح پر مومنین میں جن کے پاس علم زیادہ ہے' وہ منکروں کے مقابلہ میں خدا کے نزدیک زیادہ برتر و اعلیٰ ہیں۔ اس برتری و تفوق کی تصدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی پوری طرح ہو جاتی ہے:

> ''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم' صوفی سے اعلیٰ و برتر ہے' جیسے مکمل چاند تمام ستاروں سے اعلیٰ و برتر ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

تلاش علم کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث علم حاصل کرنے پر تاکید کرتی ہے:

> ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تلاش علم میں سفر کرتا ہے در حقیقت وہ راہ خدا میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ لوٹ نہ آئے۔''

اسی سلسلے کی ایک دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

> ''جو شخص تلاش علم میں لگا رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیں گے۔'' (مسلم)

تعلیم کے لئے سلسلے میں اقسام تعلیم کا جاننا نہایت ضروری ہے' یعنی وہ اقسام تعلیم جن کا مشورہ و تاکید اسلام دیتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ علم تین چیزوں پر مشتمل ہے: (۱) قرآنی آیات' (۲) مستند احادیث' (۳) وہ ہدایت نامہ جو براہ راست قرآن و حدیث سے مستنبط ہو۔ لہٰذا یہ بات تو واضح ہو گئی کہ سائنس کا ہر میدان بطور جامعات اسلامی نظام تعلیم میں تسلیم شدہ ہے کہ ان کا قرآن و حدیث کے کسی نہ کسی حصے سے تعلق ہے لہٰذا یہ کہنا کہ سائنس اسلام سے متصادم ہے' سراسر غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سائنس کا اسلام سے کوئی تصادم نہیں' در حقیقت سائنس نے جو کچھ بھی آج تک ثابت کیا ہے یا کر رہی ہے اس کا تذکرہ براہ راست یا بالواسطہ قرآن میں موجود ہے' سائنسی طریق کار کا مطالبہ یہ ہے کہ پہلے تو ہم اپنے ذاتی خیالات کو ملتوی کر دیں' اس کے بعد تجربات و مشاہدات کے ذریعہ غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں اور پھر کسی حتمی نتیجے پر پہنچیں' یہ نتیجہ اس وقت تک معقول ہوگا جب تک کہ مزید سائنسی مطالعہ اس کو غلط نہ ثابت کر دے' یہی

طریق کار اسلام کے بنیادی طور طریقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دراصل غوروفکر اور علم کا منشاء اور مقصود کثرت سے وحدت کی طرف پہنچنا ہے' یہ انسان کی سب سے بڑی طاقت اور سب سے بڑا علم ہے' اگر کسی شخص کو یہ بات حاصل ہو جائے تو وہ اسباب و مادیت کی دہلیز پر جبہ سائی اور پریشاں نظری سے نجات پا جائے اور یہ علم حقیقی اس کو اسباب کے ذریعہ خالق اسباب تک پہنچادے' لہٰذا اگر ہم اپنے ذاتی خیالات سے نجات حاصل کرلیں اور پوری گہرائی اور گیرائی سے عالم کا مشاہدہ کریں تو ہمیں اس پورے عالم کی زندہ و مردہ چیزیں ایک ایسی اکائی میں مربوط نظر آئیں گی' جس اکائی پر ایک ایسی طاقت کا تسلط قائم ہے جو طاقت درحقیقت تنہا عبادات کے لائق ہے' وہ واحد ذات جس کا کوئی ساجھی و ہمسر نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی مقابل ہے' واقعہ کی صورت یہ ہے کہ اس طاقت کی یہی وحدانیت ہی وہ سائنٹفک نتیجہ ہے' جس نے ہر دور و زمانے میں لوگوں کو اس طاقت کا یقین دلایا اور لوگ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو گئے' ابھی تک کوئی بھی ایسا سائنٹفک ثبوت موجود نہیں ہے جو اس کی وحدانیت کو غلط ثابت کردے اور نہ ہی مستقبل میں اس کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ تاہم کچھ سائنسدانوں نے ایسے اصول و نظریات کو فروغ دیا اور دے رہے ہیں جو واقعی اسلامی تعلیمات سے مختلف ہیں' اس لئے تصادم دراصل سائنسدانوں اور اسلام کے درمیان ہے نہ کہ اسلام اور سائنس کے درمیان' سائنسدانوں اور اسلام کے درمیان تصادم کی سب سے پہلی اور مشہور مثال ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے' جس کے مطابق نوع انسانی کی جدید نوع بنوع انسان کی دیگر قسموں سے ہے۔ ڈارون کے اس ارتقائی نظریئے کے ابھی تک بہت سے حاملین ہیں جن میں سرفہرست ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہرین ایس جے گولڈ اور کارنل یونیورسٹی ہیئت داں جے برنس ہیں' موخرالذکر تو یہ بھی تجویز پیش کرتے ہیں کہ زمین پر انسان کی ابتدائی نسل مریخ سے آئی ہے۔ (جاپان ٹائمز)

بہرکیف! ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے خلاف اب تک ہزاروں ثبوت مہیا کئے جاچکے ہیں اور کئے جارہے ہیں' مثال کے طور پر حال ہی میں برطانیہ کی رہنمائی میں سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے قدیم انسانوں کی ہڈیوں کو جدید انسانوں کی ہڈیوں سے ملایا اور باقاعدہ ان ہڈیوں کی نقلیں کمپیوٹر پر تیار کی گئیں' بعد تجربہ و تخلیق کے یہ بات سامنے آئی کہ قدیم انسان جھک کر گھٹنوں کے بل نہیں چلتے تھے' اس تحقیق نے اس نظریہ کو غلط ثابت کردیا کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔

(سی این این نیوز)

ایسی ہی ایک تحقیق چڑیوں کی ہڈیوں کے متعلق ہوئی جس نے اس نظریہ کی نفی کی کہ ماڈرن چڑیا ڈائنا سور کی نسل سے ہے۔ (جاپان ٹائمز)

اس طرح کے تجربات و تحقیقات سے سائنس دانوں و محققین حضرات کا مقصد قرآنی آیات کی تصدیق کرنا نہیں ہوتا بلکہ دراصل سائنس خود بخود اس سچ کا انکشاف کردیتی ہے۔ جس سچ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنی مخلوقات کے سلسلے میں الگ الگ فرماتا ہے:

"اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا فرمایا ہے' ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بہت سے چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو بہت ہی مناسب ڈھنگ پر جس طرح چاہتا ہے پیدا فرمادیتا ہے' بے شک اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔" (سورۂ نور:۴۵)

سائنسدانوں اور اسلام کے درمیان تصادم کی دوسری مثال "میڈ کاؤ" بیماری ہے' یہ بیماری جانوروں میں ہوتی ہے' اگر کسی جانور کو یہ بیماری لگ جاتی ہے تو اس کے دماغ کو خراب کردیتی ہے' جس سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اسلام میں مردار کا گوشت حرام ہے لیکن کچھ سائنس دانوں نے مردار کا گوشت کھانا بھی جائز قرار دے دیا ہے' درحقیقت ان جیسے خیالات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا مطلب و مقصد مالی فائدے کے سوا کچھ نہیں ہے' لیکن اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ انسانی خسارے اور مادی خسارے ہوئے بلکہ عالمی تعلقات میں دوررس ردعمل بھی ظاہر ہوا' اور اب تک ان نئے خیالات کے نتیجہ میں یہ خسارے مستقل ہورہے ہیں۔ اسی طرح روسی سائنس دانوں نے بھی حال ہی میں ایک ریسرچ شروع کی ہے اور تحقیق کررہے ہیں کہ کیسے نیند کو غیر ضروری بنادیا جائے تاکہ تجارتی پروڈکشن کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جائے' یہ خیال نہ صرف یہ کہ قرآنی تنبیہ سے متصادم ہے بلکہ یہ نیند پر اسلامی تعلیمات سے بھی عمداً چشم پوشی اختیار کرتا ہے اور ان کو نظر انداز کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور تمہارے لئے نیند کو آرام کا سبب ہم نے بنایا ہے۔" (سورۂ نبا:۹)

مندرجہ بالا ذکر کئے گئے خیالات اور ان جیسا کوئی بھی سائنٹفک علم جو قرآنی تعلیمات وحدیث سے میل نہیں کھاتا' وہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیمی اصول و ضوابط سے خارج ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ایسے تجربات وتحقیقات سے باز رہنا چاہئے کہ مبادا کہیں وہ بھی وحی الٰہی سے انکار کی وجہ سے گناہ کا مرتکب ہو جائے' کبھی کبھی ان تجربات کے عارضی نتائج اچھے بھی نکلتے ہیں مگر آخرکار جہاں متعلقہ ریسرچ اسکالروں کا منہ کالا کرتا ہے' اور وہ دنیا میں خوار ہوئے ہیں' وہیں آخرت کے عذاب کو بھی یہ لوگ اپنے لئے ناگزیر کرلیتے ہیں' اس لئے خاص طور سے مسلمانوں کے لئے یہ بات ناگزیر ہے کہ تلاش علم میں سب سے پہلا قدم خدائی

تعلیمات کی طرف ہو کہ علم کا اصل سرچشمہ جس پر اعتماد کیا جائے وہ وحی الٰہی اور انبیأ کرام علیہم السلام کا لایا ہوا علم ہے جو بصراحت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

علم کیسے حاصل ہو:

علم حاصل کرنے کے لئے چار چیزوں کا ہونا نہایت ضروری ہے: (۱) مستقل مزاجی' (۲) صبر' (۳) عجزوانکساری' (۴) ذہنی وسعت' یعنی حصول علم' دوسری قربانیوں کے ساتھ ساتھ ان چار چیزوں کا اشد مطالبہ کرتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں کچھ ایسے خوش نصیب لوگ بھی گزرے ہیں جنہیں براہ راست خدا سے تعلیمی خوش نصیبی عطا ہوئی لیکن انہی کے ساتھ ساتھ انہیں آزمائش وابتلاء سے بھی گزرنا پڑا۔ مثال کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن ہی سے اہل مکہ کی حمایت و تائید حاصل تھی' پھر آپ کو صبر وقوت برداشت اور حوصلہ بھی عام انسانوں سے زیادہ عطا کیا گیا تھا' اور یہ چیزیں اس وجہ سے آپ کے اندر زیادہ سے زیادہ ودیعت کی گئی تھیں کیونکہ آپ کو ابتلاء وآزمائش بھی دوسرے تمام نبیوں و عام انسانوں سے زیادہ ہوتی تھی۔ لہٰذا انہیں خصوصیات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو گناہوں کے تمام راستوں سے محفوظ رکھتے تھے' لیکن نبوت ملنے کے بعد جب آپؐ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو آزمائش و تکالیف یکایک حد سے زیادہ بڑھ گئیں' اور یہی صورت حال صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ساتھ بھی تھی۔ آپؐ کو مشرکین مکہ کی تمام مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا' یہاں تک کہ قریبی رشتہ داروں خاندان کے لوگ بھی آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور ان کی مخالفتوں کا بھی آپ کو صبر واستقامت کے ساتھ سامنا کرنا پڑا لیکن جب بھی ابتدائی پریشانیاں گزر گئیں تو بعد میں ان کی جگہ وقت اور جسمانی کوششوں کے خرچ نے لے لی ایک اسکالر جمیل بن عبداللہ نے عبداللہ بن عنیس سے ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا۔ (بخاری)

دراصل مستقل مزاجی' صبر' عجزوانکساری اور ذہنی وسعت ایسی صفات ہیں جو علم حاصل کرنے اور علمی میدانوں میں اعلیٰ صلاحیت حاصل کرنے کے لئے کئی دیگر وجوہات سے بھی مطلوب ہیں' مثال کے طور پر اکیڈمی میدان میں سائنس دانوں کی ٹیم کئی سالوں سے سے کام کرتی آرہی ہے اور کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے وقت وروپیہ دونوں خرچ کرتی ہے' لیبارٹری ورک میں جسمانی ضرر کا خطرہ بھی لاحق رہتا ہے' علاوہ ازیں محققین عموماً دوران ریسرچ اپنے خاندان وگردوپیش کے ماحول سے الگ تھلگ ہوجاتے ہیں' گویا یہ ساری پریشانیاں موجود ہیں' پھر بھی کوئی شخص ان پریشانیوں سے حوصلہ شکن نہیں ہوتا کیونکہ صبر واستقامت اور آزمائشیں انہیں علم کے اعلیٰ مدارج تک پہنچاتی ہیں اور یہ لوگ وہ کچھ کردکھاتے ہیں جس سے دنیا میں خاصے عرصے تک ان کا نام زندہ رہتا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا جو واقعہ بیان ہوا ہے' درحقیقت وہ علم حاصل کرنے پر ایک مناسب مثال ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ ایک اجنبی استاد کے پاس جانے اور ان سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا' جب دونوں صاحبوں کی ملاقات ہوئی تو استاد نے تعلیمی سفر شروع کرنے سے پہلے شاگرد کو تنبیہ کی کہ کوئی بھی واقعہ ہمارے ساتھ پیش آئے یا میں کچھ کروں تو تم بالکل خاموش رہوگے اور قبل از وقت کوئی سوال نہیں کروگے' یہاں تک کہ میں خود ہی اس کے بارے میں تمہیں نہ بتادوں۔ تاہم جب ان دونوں حضرات نے تعلیمی سفر شروع کیا تو استاذ نے سب سے پہلے ایک غریب کی کشتی میں جس میں یہ دونوں بھی سوار تھے سوراخ کردیا' بعدازاں انہوں نے ایک بچہ کو مار ڈالا' اس کے بعد انہوں نے بغیر کسی معاوضہ کے گرتی ہوئی دیوار درست کردی' جبکہ اس بستی کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی بھی قبول نہیں کی تھی۔ فطری طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان واقعات سے بہت تعجب ہوا' جس بنا پر وہ سوال کرنے اور وجہ دریافت کرنے سے باز نہیں رہے اور سوال شروع کردیا' لیکن جب استاذ نے ابتدائی دونوں سوال کے دریافت کرنے پر تنبیہ کی اور ساتھ چھوڑ جانے کی بات کی تو تیسرے واقعے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش رہے اور صبر کیا' استاذ بھی شاگرد کے صبر سے مطمئن ہوگئے اور بعد میں تینوں واقعات کی وجوہات بتلائیں کہ کشتی ایک غریب ملاح کی تھی جس کی بدولت وہ اپنی روزی روٹی کماتا تھا' دوسرے کنارے پر ایک ظالم بادشاہ تھا جو لوگوں کی کشتیوں کو زبردستی چھین لیتا ہے لہٰذا میں نے اس کشتی میں سوراخ کرکے اسے عیب دار کردیا' جس سے وہ محفوظ رہ جائے گی' جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو اس کے والدین بہت ہی نیک وصالح ہیں اور بچہ آگے چل کر بہت ہی باغی اور احسان فراموش بنتا لہٰذا میں نے ان کو اللہ کے حکم سے قتل کردالا' بعد میں اللہ تعالیٰ اس نیک والدین کو صالح اولاد دے دیں گے' اور جہاں تک دیوار کا مسئلہ ہے تو دراصل وہ دیوار دو یتیم بچوں کی ہے' جس کے نیچے میں ایک خزانہ مدفون ہے' اگر وہ دیوار قبل از وقت گرجاتی تو خزانہ ان کے بجائے دوسروں کو مل جاتا' میں نے اللہ کے حکم سے دیوار اس لئے سیدھی کردی تاکہ جب یہ دونوں یتیم بچے جوان ہوجائیں اور اس کے استعمال کے لائق ہوجائیں تو اس کو حاصل کرلیں۔

اس واقعہ میں جہاں تک علم حاصل کرنے کا مطلب ہے تو یہ واقعہ ہمیں تین چیزوں کی تعلیم دیتا ہے' پہلا یہ کہ بڑے سے بڑا دانا واہل علم شخص بھی علم کے معاملے میں نامکمل ہوتا ہے اور وہ دوسروں سے علم سیکھ سکتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے پیغمبر تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص علم سے نوازا تھا' مگر

پھر بھی ان کا علم مکمل نہیں تھا لہٰذا انہیں حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں شاگرد بن کر رہنا پڑا۔ دوسرے یہ کہ یہ واقعہ علم حاصل کرنے کے معاملہ میں کوشش و قربانی کی بہت بڑی مثال پیش کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے طویل سفر کیا' بڑی مشقت و پریشانی اٹھائی' تب کہیں جا کر ان سے ملاقات ہوئی۔ اس واقعہ میں علم حاصل کرنے کا تیسرا پہلو صبر کا ہے۔ نیز یہ کہ یہ واقعہ جہاں ایک طرف ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اچھے واقعات پہلی نظر میں برے بھی دکھائی پڑ سکتے ہیں وہیں دوسری طرف ہمیں اس بات کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ علم' ماضی' حال اور مستقبل کو چھپائے رہتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

علم کا صحیح و بہتر استعمال کیسے ہو:

ہمارے علم کا سب سے پہلا استعمال خدا سے حد درجہ ڈرنے میں ہونا چاہئے' جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"بس اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں' یقیناً اللہ زبردست مغفرت فرمانے والا ہے۔"

(سورۂ فاطر:۲۸)

بڑے سے بڑا علم بھی' اگر اس کا استعمال خدا سے ڈرنے میں نہیں ہوتا ہے' تو وہ علم نہیں بلکہ ایک بوجھ ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے:

"ان لوگوں کی کہاوت بھی خوب ہے جن سے تورات اٹھوائی گئی تھی' پھر انہوں نے تورات کو تو نہیں اٹھایا اور گدھے کی طرح بہت سی کتابیں لادے لادے پھرتے ہیں' جو قوم اللہ کی آیات کو جھٹلائے اس کی بڑی بری مثال ہے' ظالم قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر چلنے کی توفیق نہیں دیا کرتا۔"

(سورۂ جمعہ:۵)

اسی طرح حاصل شدہ علم دوسروں تک بھی پہنچانا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے کے بعد انسان کی تین چیزیں ایسی ہیں جو باقی رہتی ہیں جن کا ثواب اس کو برابر ملتا رہتا ہے: ایک صدقہ جاریہ' دوسرے علم جس کو دوسروں نے اس سے سیکھا ہو' تیسرے نیک و صالح اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ (مسلم)

علم حاصل کرنے کے سلسلے میں حضرت عمرو عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جو قیادت و سیادت کا متمنی ہو اسے پہلے علم سیکھنا چاہئے اور قائد بننے کے بعد بھی اسے علم سیکھتے رہنا چاہئے۔ (بخاری)

درحقیقت علم مستقل مطالعہ سے محفوظ رہتا ہے اور اس میں استدلال و پائیداری آتی ہے' ویسے انسان چاہے جتنا علم حاصل کر لے اس کا علم محدود ہی رہتا ہے' جیسا کہ قرآن میں ذکر ہوا ہے کہ صرف محدود علم ہی نوع انسانی کو دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ ہمیں علم سیکھنا ضروری ہے' مگر اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ کبھی بھی ہم مکمل عالم نہیں بن سکتے کہ یہ تو صرف اللہ کی صفت ہے ورنہ یہی محدود علم انہیں فخر و غرور کے ایسے راستوں پر لے جاتا ہے جس سے ہماری دنیا و عاقبت دونوں خراب ہو جاتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے' جس میں اس کی طرف خاص اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو علم سیکھنے کا حکم دینے کا مطلب ان سے بعض تکوینی امور میں زیادہ ذی علم شخص سے سامنا کرانا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے درمیان کہا کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے زیادہ ذی علم شخص میں ہوں۔ آنجہانی محمد سبا موہیا کی شخصیت صاحب علم و باصلاحیت لوگوں کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ علم کے پہاڑ ہیں لیکن وہ ہمیشہ اپنے بارے میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ میں اپنے علم کے پہاڑوں سے صرف اپنی جہالت کی وسعت دیکھتا ہوں۔

اسلام اور تعلیم کی اس بحث سے چار نقطے اخذ کئے جا سکتے ہیں: (۱) تعلیم تمام مسلمان مردوں و عورتوں کو حاصل کرنا ضروری ہے' (۲) تعلیم کا اصل سرچشمہ قرآن و حدیث ہے' تعلیم و تحقیق کے تمام میدان براہ راست یا بالواسطہ انہیں سے متعلق ہیں لہٰذا یہ یقین رکھنا کہ سائنسی میدان میں مہارت حاصل کرنا اسلام سے انحراف کرنا ہے' صحیح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں تصادم اسلام اور سائنس کے درمیان نہیں ہے بلکہ اگر ہے تو وہ اسلامی تعلیمات اور سائنس دانوں کے درمیان ہے' جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے' (۳) علم حاصل کرنے میں ہمیشہ کوشش و قربانیاں درکار ہوتی ہیں' ساتھ ہی ساتھ صبر و مستقل مزاجی' ذہنی وسعت و منکسر المزاجی کا ہونا نہایت ضروری و لازمی ہے۔ علاوہ ازیں ذہن میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ کوئی بھی شخص علم کے معاملے میں مکمل نہیں ہوتا' اس لئے کسی بھی بڑے سے بڑے صاحب علم کو تکبر نہیں کرنا چاہئے' (۴) حاصل کیا گیا علم خالق و مالک کی عبادت و ریاضت میں استعمال ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

"میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے' میں ان سے روزی چاہتا ہوں یہ میرا ارادہ نہیں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔"

(سورۂ ذاریات:۵۶'۵۷)

یہ عبادت مختلف راستوں میں رہنما ثابت ہو سکتی ہے مگر اس کا سب سے بڑا استعمال خدا سے ڈرنے میں ہونا چاہئے' چنانچہ حصول علم کو مذہبی فرائض جیسے نماز وغیرہ سے غفلت کا موجب نہیں بننا چاہئے۔

(عربی سے ترجمہ)

آخری قسط

مُسلمان عورت کہاں جارہی ہے؟

ایک بے شرم اور بے حجاب عورت یعنی متبرجہ کی مثال اس دہکتے ہوئے انگارے کی سی ہے جو سوکھی لکڑی کے لئے پیغام ہلاکت ہے۔ یہ مجرمہ فتنہ بدوش' یہ سیہ کار گناہ ہا آغوش وہ آتش پرکالہ ہے جو اپنے حسن جہاں سوز سے بندگان خدا کے دین و دانش کو پھونکتی ہے' ان کے عقل و ہوش کو خاک و سیاہ کرتی ہے اور اپنے پورے ماحول میں شر و فساد اور ذلت و نکبت کی آگ پھیلا دیتی ہے۔ ایسی عورت جو شاہراہوں میں' گلیوں اور کوچوں میں بے پردہ نکلتی ہے اور عام مجلسوں میں' مخلوط محفلوں میں' پبلک کانفرنسوں میں بے باکانہ شریک ہوتی ہے اور شمع انجمن اور زینت محفل بنتی ہے' اسے یقیناً فساق و فجار' غنڈے اور شہدے (چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا نوجوان ہوں) حریصانہ نگاہوں کا ہدف بناتے ہیں۔ وہ بدنظر نفس پرست اور خواہشوں کے رسیا اس عورت کے جسم کے خد و خال اور بدن کے گداز کی پیشکش کے سہارے نجاست کی بھوکی مکھیوں کی مانند اپنی خائن آنکھوں سے اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور اپنی ناپاک روح کی تسکین کا اور حرص و ہوس کی آسودگی کا کام لیتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بے پردگی اور تبرج وہ خوفناک کلہاڑی ہے جس سے امت مسلمہ کے ٹکڑے کئے جائیں ہیں یہ دو دھاری تلوار ہے' جس سے پاکیزہ اخلاق کا خون ہوتا ہے۔

ہر وہ عورت جو دلہن کی طرح بن سنور کر پردہ سے بے باکانہ باہر نکل آتی ہے وہ زبان حال سے یہ اعلان کرتی ہے: ''کوئی شوقین ہے جو میرے اس حسن و جمال کی داد دے؟ کوئی وصال کا طالب ہے جو شربت وصل پیئے اور پلائے؟'' ایسی عورت اپنے حسن و جمال کی آرائش اور اپنی سج دھج کے کمال کو مردوں کے سامنے اس طرح نکھار کر پیش کرتی ہے جس طرح کوئی تاجر اپنا مال تجارت خریدار کے سامنے خوب سجا کر پیش کرتا ہے یا جس طرح کوئی حلوہ فروش اپنی مٹھائیاں خوشنما رنگوں سے رنگ کر چاندی کے تابناک ورق لپیٹ کر اور چمکیلے تھالوں میں سجا کر اپنی دکان میں آنے جانے والے ہر گاہک کے لئے پیش کرتا ہے تاکہ للچائی ہوئی نگاہیں اس کی طرف لپکیں' دیکھنے والوں کے منہ میں پانی بھر آئے' رال ٹپکیں' دلوں میں شوق کی آگ بھڑکے اور خریداروں کی تعداد میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

السیدہ نعمۃ

سبحان اللہ! عورتوں کی اعجوبہ طرازیوں اور کرشمہ سازیوں کے بھی کیا کہنے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایک شریف خاتون' ایک پاک دامن بی بی' ایک عفیفہ عورت کی غیرت و حمیت اسے کس طرح قبول کر سکتی ہے کہ وہ کسی غیر محرم مرد کی نگاہ توجہ کو اپنی جانب منعطف کرے اور زبان حال سے یہ کہے:

پھر کہئے کہ کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجئے

ایک غیور عورت کی خودی اور خودداری اسے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اجنبی مرد کو اپنی خوبصورتی' آرائش و زیبائش اور نمائش کے ذریعے دعوت نظارہ دے' محبت کی پینگیں بڑھائے اور اپنی تمنا اور آرزو پوری کرنے کا موقع بخشے۔ ایک شریف اور پارسا خاتون جسے اپنی عفت ہر قیمت پر محبوب ہے' اور جو اپنی عزت و ناموس کو دولت بیش بہا سمجھتی ہے' اس کا چہرہ تو اس طرح کی بات کے تصور ہی سے مارے شرم کے سرخ ہو جائے گا اور اپنی زینت کو چھپانے میں بڑی شدید احتیاط سے کام لے گی۔

افسوس و حسرت ہے ان عورتوں پر جو شرم و حیا' عفت و عصمت کی ساری حدود توڑ کر باہر نکل آئیں' اگر عورت اپنے احتشام و احترام اور وقار و تمکنت کا پاس و لحاظ رکھتی' اگر وہ اس بے راہ آزادی اور توضویت (انارکی) سے دور رہتی اور اپنی رفتار و گفتار' لباس و پوشاک میں اسلام کی مقرر کردہ حدود سے انحراف اور اسلامی نظام معاشرت سے بغاوت نہ کرتی تو آج ہماری سوسائٹی میں یہ تباہ کن اخلاقی بگاڑ ہرگز رونما نہ ہوتا اور یہ معاشرتی شر و فساد اس بری طرح نہ پھیلتا' آج پوری کی پوری قوم کا شیرازۂ اخلاق بکھر چکا ہے۔ آج ملت اسلامیہ اپنی عزت و شوکت کے تمام اسباب کھو کر دنیا کی تمام اقوام کے مقابلہ میں ذلیل و خوار ہو چکی ہے' اور ہم مسلمان دنیا کی دوسری قوموں کے لئے محض ایک سامان تمسخر و استہزاء بن کر رہ گئے ہیں۔

ایک عورت کے لئے شرم و حیا' تمکنت و وقار اور اپنی نظریں نیچی رکھنا وہ اعلیٰ خوبیاں' وہ بیش بہا سلاح اور وہ مضبوط ترین سپر اور زرہ بکتر ہیں جو عورت کی عزت و

وناموس کی حفاظت وصیانت میں بہت بڑا دخل رکھتی ہیں ان ہی اخلاق اسلحہ سے پورے نظام خاندان کی حفاظت ہوتی ہے' کتنی گناہگار نگاہیں ہیں جو در حقیقت ہمارے معاشرے میں فتنہ فساد کا موجب بنتی ہیں' خون خرابا اور نفاق وشقاق کا اصلی سبب بنتی ہیں اور زن وشوہر کے درمیان افتراق کا باعث بنتی ہیں' یہی نگاہیں اولاد کے اندر باہمی نفرت وعداوت اور شقاوت قلب کا بیج بوتی ہیں' یہ نگاہ بد وہ بری بلا ہے جس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے:

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا ایک آہ کے ساتھ

یہ انسان کی نگاہ ہی ہے جو انواع واقسام کے مرغوب لذیذ اور خوش رنگ کھانوں کو دیکھ لطف اندوز ہوتی ہے' عمدہ عمدہ' خوشنما رنگ برنگ کے پھلوں کو دیکھ کر نگاہ وہ مزے لیتی اور وہ لذت حاصل کرتی ہے کہ خود انسان کے کام ودہن بھی ان سے وہ لذت اور مزے حاصل نہیں کر سکتے۔

جب انسان دنیا کی اور دوسری خوشنما چیزوں اور حسین مناظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتا ہے تو پھر وہ حسن وجمال کی جیتی جاگتی انسانی تصویروں کی خوبی وزیبائی کی ان چلتی پھرتی مورتوں کو' ان دلکش اور نظر فریب صورتوں کو' گوشت و پوست سے بنے ہوئے لذت و لطف کے مجسموں کو اور ناز وادا اور عشوہ وغمزہ کے پیکروں کو دیکھ کر کیوں لذت وسرور نہ حاصل کرے گا؟ اور نگاہ کے سارے مزے کیوں نہ لوٹے گا؟

اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں' اور ان کا زنا نگاہ بد ہے۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''جو مرد کسی اجنبی عورت کی جانب شہوت سے دیکھتا ہے تو گویا وہ واقعی اس کے ساتھ زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ نگاہ کے ذریعہ سے کسی غیر محرم عورت سے متمتع ہونا بھی زنا کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں لذت اندوزی کا ایک وافر حصہ موجود ہے اور عورت سے متمتع ہونے کا ایک اہم جزو اس نگاہ کے اندر بھی موجود ہے' یہی وجہ ہے کہ مرد عام طور پر خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن بدصورت عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے حالانکہ نسائیت اور عورت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

مختصر یہ کہ نگاہ کی لذت بھی ایک بڑی لذت ہے' لوگ اپنی اس گرانقدر دولت کی کس قدر مقدار محض اپنی نگاہوں کی تسکین کی خاطر اور صرف نظر کے لطف ومزہ کے لئے پھونک ڈالتے ہیں۔ مثلاً اپنے گھروں کو دلکش طریقہ سے سجاتے ہیں' دیواروں اور چھتوں کو خوشنما پردوں اور چاندنیوں سے مزین کرتے ہیں' چمن لگاتے ہیں' پھلواریاں اگاتے ہیں اور طرح طرح کے رنگین اور جاذب نظر بیل بوٹے کھلاتے ہیں' اور سرسبز درخت نصب کرتے ہیں' اور رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھلاتے ہیں' بیش قیمت فرنیچر اور شاندار قالینوں سے بنگلوں کو سجاتے ہیں اور کمروں کو آراستہ کرتے ہیں' اور یہ تمام نظر فریب ساز وسامان اور یہ تمام مناظر جنت نگاہ محض نگاہوں کو آسودگی بخشنے اور آنکھوں کو لذت وسرور فراہم کرنے کے لئے ہی تو ہیں' اور نگاہ کی یہ لذت اندوزی تو ہر قسم کی لذت ومسرت میں شریک غالب رہتی ہے' یہاں تک کہ کھانے کے مزے لوٹنے میں بھی یہ سب سے زیادہ حصہ لیتی ہے' چنانچہ یہ مثل زبان زد خاص وعام ہے: ''العین تاکل اکثر من الفم'' (آنکھ کام ودہن سے بھی زیادہ کھاتی ہے) نگاہ کی بھوک پیٹ کی بھوک سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین قسم کی آنکھیں ہیں جنہیں دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی: ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے محرمات سے اپنی نگاہ بند رکھے' دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے طریقے اور اس کی بتائی ہوئی راہ کی نگہبانی میں کھلی رہے' تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی خشیت سے گریاں رہے۔''

اے شریف مسلمان بی بی! اپنی عفیف روح کو' اپنے ظاہر جسم اور اپنے پاک بدن کو ان ناپاک آوارہ نگاہوں کی گندگیوں سے بچائے رکھنا۔ اے بی بی! شرم وحیا کی سپر اور غیرت وخودداری کے ہتھیاروں سے لیس ہو جانا کہ ان چور نگاہوں کے تیروں سے تو محفوظ رہ سکے۔

وہ عورت شریف' عفیفہ اور پاک دامن کبھی نہیں ہو سکتی جو زبان سے تو یہ دون کی لیتی رہتی ہے کہ وہ اپنی عزت وآبرو کے معاملے میں محتاط ہے مگر عملاً وہ کھلے بندوں اپنی بے حجابی کی صورت میں کتوں اور مکھیوں کے ہجوم میں گوشت کے لوتھڑے سر راہ لئے پھرتی ہے اور ہر بوالہوس مرد کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ حقیقت میں شریف اور پاک دامن عورت تو وہ ہے جو اپنے جسم کے کسی نمایاں حصہ پر بھی کسی نگاہ بد کو پڑنے کا موقع نہ دے اور کسی چشم گناہگار کے لئے یہ گنجائش ہی پیدا نہ ہونے دے کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور طہارت و عفت کا دامن نظارہ بازی سے ملگجا اور داغدار ہو جائے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

بلاشبہ عفت وپاک دامنی کے بھی اسی طرح مدارج ومراتب ہیں جس طرح بدکاری' عصمت فروشی اور بے حیائی ورسوائی کی منازل اور بے آبروئی اور فحش کاری کے درجات ہیں۔

فاحشہ عورتوں کی ایک قسم تو وہ ہے جن کے عریاں جسموں سے مرد کھیلتے ہیں' فاحشہ عورتوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم نیم عریاں سے مردوں کی نگاہوں کھیلتی ہیں اور جن کے نیم برہنہ بدن سے مردوں کی آنکھیں مزے لوٹتی ہیں' پاک دامن' شریف اور عفیفہ عورت تو وہ ہے جسے اس کی شرم وحیا' گھورنے والی نگاہوں سے کوسوں دور رکھے۔ جب کوئی بری نگاہ بیباکانہ اس عفیفہ پر پڑتی ہے تو اس کے احساس عفت کو انتہائی اذیت پہنچتی ہے' وہ تلملا اٹھتی ہے اور سخت پریشان ہوجاتی ہے' اس پر انتہائی الم و کرب طاری ہوجاتا ہے' وہ بڑی سراسیمگی اور انتہائی بے چینی میں مبتلا ہوجاتی ہے' اور وہ غیر ارادی اور اضطراری طور پر اپنے دوپٹے کے آنچل سے اپنے آپ کو پوری طرح ڈھانک لیتی ہے اور وہ شرافت و عزت کی چادر اور شرم وحیا' کی ردا میں اپنے آپ کو چھپالیتی ہے' وہ اس تصور سے بھی کانپ جاتی ہے کہ اس کی زینت وزیبائش کسی بوالہوس کی نگاہ حرص و آس کی آماجگاہ بنے' وہ اس سے سخت احتراز کرتی ہے کہ اس کا حسن و جمال غیر محرموں کے نگاہ و خیال کا ہدف ہو' اس کے برخلاف ایک فاحشہ عورت کا نفس نظارہ بازی سے لذت اندوز ہوتا ہے' وہ گھورنے والوں کی نگاہوں سے اور لطف حاصل کرتی ہے بلکہ وہ تو غیر محرم مردوں کی لگاوٹ آمیز گفتگو اور عشق و محبت کے اشاروں سے مسرت وانبساط محسوس کرتی ہے' اور وہ اس بات کی خواہشمند ہوتی ہے کہ کسی غیر مرد کی بانہیں اس کی گردن میں حمائل ہوجائیں' غیر مرد کی نگاہیں اس کے گداز جسم سے چھیڑ چھاڑ کریں' وہ ان تمام باتوں سے بے حد مسرور اور خوش ہوتی ہے' ہاں ایسی ہی عورت ناپاک نفوس کے جذبات اور بری نگاہوں کے لئے ''سامان لذت'' ہوتی ہے' وہ اپنے جسم نیم عریاں کی آرائش وزیبائش میں اور اس کے نمود ونمائش میں مبالغہ سے کام لیتی ہے' حسن وجمال کے فروغ میں انتہائی غلو برتتی ہے اور اس طرح بے شرمی' بے حجابی' آزادی اور اخلاقی انارکی کی آخری سرحد پر پہنچ جاتی ہے۔ وہ عورت ان پروانوں کی مانند ہوتی ہے جسے آتش گناہ کی شعائیں اپنی جانب کھینچتی ہیں' اور وہ اس گناہ کی آگ میں کود پڑتی ہے اور جل بھن کر خاک وسیاہ ہوجاتی ہے' پھر وہ اپنے کئے پر پچھتاتی ہے کہ افسوس صد افسوس! حرص وہوس میں پھنس کر کتنا بڑا گناہ کر گزری۔ یہی وہ عورت ذات ہے جو تبرجہ کے مکروہ لقب اور قابل نفرت نام سے اسلامی ادب میں پکاری جاتی ہے۔ یہی وہ ہوسناک ہستی ہے جسے شرم وحیا' کی چادر اور عزت وناموس کا پردہ تار تار کرنے والی کہنا چاہئے' اگرچہ وہ اپنی زبان سے تو یہ کہا کرتی ہے کہ میں بدچلن اور فاحشہ نہیں لیکن کیا وہ شرم وحیا' کے معیار پر' شرافت وعفت کی کسوٹی پر ایک پاک دامن اور عفیفہ بی بی کی حیثیت سے پوری اتر سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ جب کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر میں سے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں' یہ اس بات کے قریب ہے کہ ان کا شریف زادیاں ہونا واضح ہوجائے اور وہ ستائی نہ جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی عورتوں کو اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ وہ اپنی عزت وخودداری کو' اپنی عفت وشرافت کو' حفاظت ناموس کے احاطہ میں لے لیں' اور اللہ تعالیٰ یہ تنبیہ کرتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی عظمت اور بڑائی' ان کی عزت وتمکنت' ان کی جلالت شان اور ان کی عفت و ناموس کا نشان ان کی اسی نگہداشت آبرو' اسی تطہیر اخلاق' اسی شرافت نفس اور اسی عفت قلب اور پاکی نگاہ میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی عورتوں کے لئے یہ بات لازمی قرار دی جائے کہ وہ گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اپنے اوپر جلباب (بڑی چادر) ڈال لیا کریں (یعنی گھر سے باہر نکلتے وقت معمولی لباس کے اوپر) ایک لمبی چوڑی فراخ چادر ڈال لیں جو سر سے پاؤں تک ان کے پورے جسم کو ڈھانک لے اور عورت کے لباس' اس کے جسم کے محاسن اور اس کی زینتوں کو پوری طرح چھپالے' چادر کی لمبائی اور فراخی کی وجہ سے نہ ان کا رنگ معلوم ہو اور نہ شکل وصورت۔ جلباب اصل میں اس بہت بڑی لمبی چوڑی چادر کو کہتے ہیں جو ہر جانب سے عورت کے پورے جسم کو گھیر لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو اس امر کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنے ایمان وتقویٰ' دینداری وخداترسی اور شرم وحیا' کو بدکلامیوں اور گستاخ زبانیوں سے محفوظ رکھیں' ان کے پاکیزہ جذبات بوالہوس اور گستاخ نگاہوں سے مجروح نہ ہونے پائیں' پاکیزگی اخلاق کی یہ تعلیم کب اور کہاں دی جاری ہے؟ خود عہد سعادت نبوی میں اور مدینہ رسولؐ کے اندر جو پاکیزگی اخلاق کا مرکز اور طہارت نفس کا گہوارہ تھا' اور وہاں منافقین کے علاوہ کسی فرد واحد سے بھی اس قسم کی بیجا حرکتوں کا قطعی کوئی خدشہ لاحق نہ تھا' تو اب ہمارے اس زمانے کی بابت اور ہمارے ان شہروں کے متعلق کیا پوچھنا؟ جب کہ پورا معاشرہ فتنہ وفساد سے معمور ہے اور ساری سوسائٹی

اخلاقی بگاڑ سے بھری ہوئی ہے۔

خدارا مجھے کوئی بتاؤ کہ مسلمان بیبیاں آج کل اپنی زینتوں کو چھپانے کا التزام اور اپنے بناؤ سنگھار کی پردہ پوشی کا اہتمام کیا اسی طرح کرتی ہیں جس طرح کہ اسلام نے انہیں حکم دیا ہے؟ جبکہ وہ بایں ہیئت کذائی سرراہ نکلتی ہیں کہ بازو عریاں' پنڈلیاں اور سینے نمایاں "مقیاس الشباب" کے نمود میں خاص اہتمام' کمر کس کر بدن کے پچھلے حصہ کو نمایاں کرنے کا خاص التزام' چہرے غازہ اور پاؤڈر سے لپے ہوئے' ہونٹ لپ اسٹک کی سرخیوں میں ڈوبے ہوئے' آنکھوں میں سرمہ کا دنبالہ! عورت یا آفت کی پرکالہ؟ سر کھلے' بال بکھرے' آخر بے حیائی' بے شرمی اور بے حجابی کے فنون میں سے وہ کون سا فن ہے جو اس نام نہاد شریف زادی نے دنیا کی دوسری عورتوں کے لئے چھوڑ رکھا ہو؟ اور شرم و حیا' غیرت و حمیت اور وقار و تمکنت میں سے وہ کون سی اخلاقی دولت ہے جسے اس نے اپنی ذات کے لئے محفوظ کر لیا ہو؟

لوگو! ذرا خدا لگتی کہنا' آج تم میں سے کون ہے جو ایک مسلمان شریف خاتون اور ایک عیسائی عورت یا یہودی عورت کے درمیان فرق کر سکے؟ آج کون ہے جو ایک بازاری عورت' ایک فاحشہ اور فاجرہ عورت اور ایک عفیفہ' پاک دامن اور شریف بی بی کے درمیان خط امتیاز کھینچ سکے؟ یہی وجہ ہے کہ آج فساق و فجار کو اور غنڈوں اور شہدوں کو جرأت ہو رہی ہے کہ وہ پاک دامن' پاکیزہ اخلاق اور باعصمت بیبیوں پر بھی اسی طرح بری نگاہ ڈالتے ہیں جس طرح بازاری عورتوں پر' کیونکہ گندی روح والے یہ بداخلاق مرد انہیں بھی اسی طرح اپنا "شکار" سمجھتے ہیں۔ آج شرافت کی آنکھ وہ سب کچھ دیکھتی ہے جو شریف عورتوں کی ذلت و رسوائی اور سربازار ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی صورت میں آئے دن رونما ہوتا رہتا ہے۔ آج شرافت کے کان وہ سب کچھ سنتے ہیں جو سرراہ شریف عورتوں پر فحش آوازے کسے جاتے ہیں اور شریف زادیوں سے انتہائی فحش اور شرما دینے والے فلمی مذاق کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

ہائے صد حسرت و افسوس ان عورتوں پر!

اے شریف مسلمان خاتون! تو نے اپنے سر سے جس گھڑی اپنا دوپٹہ سرکایا اسی دم تو نے اپنی عزت گنوائی' اپنی آبرو پر پانی پھیر دیا اور اپنی عصمت و حیا' اپنے وقار و تمکنت اور اپنی نجابت و شرافت کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا۔ اے بی بی سن! یہ دوپٹہ تیرے شانے سے سرک کر نہیں گرا بلکہ تیری شرم و حیا' تیری عزت و آبرو کا ستون گر پڑا۔ یہ تیری چادر تیرے سر سے نہیں اتری بلکہ تیرے ننگ و ناموس کی چادر تار تار ہو گئی' گویا اس دوپٹے کے عوض تو نے ذلت و خواری اور اہانت و رسوائی کی چادر اوڑھ لی' اس ردائے شرافت کے بدلے تو نے بے راہ روی' آزادی اور اخلاق باختگی کا رسوائے عالم لباس پہن لیا' ہر چشم بینا نے تیری طرف نگاہ حقارت سے دیکھا کہ تو نے یہ کس قدر ذلت و شرم' کیسی فضیحت و رسوائی اور کتنے ننگ و عار کا کام کیا؟

اے خاتون اسلام! تیرا دوپٹہ دین اسلام کا شعار ہے' تیری چادر تقویٰ و خدا ترسی کی نشانی ہے' تیرا برقعہ شرم و حیا' تمکنت و وقار کا ایک مضبوط قلعہ ہے' تیری ردائے پردہ دار' تیری جلالت شان کی آئینہ دار ہے اور تیری عزت و احترام کے لئے ایک ناقابل شکست آہنی دیوار ہے' اے اسلام کی بیٹی! تیرا یہ دوپٹہ صرف تیرے سر کی چادر نہیں بلکہ اصل میں یہ تیرا تاج حسن و جمال ہے' یہ چادر ہی حقیقت میں تیرے لئے سب سے بڑی دلیل فضیلت و شرافت اور سب سے روشن برہان ادب و کمال ہے۔

اے خاتون اسلام! کہیں تو بھی عہد جدید کی ان کندہ ناتراش' جاہل' بددماغ' کندذہن مغرب زدہ عورتوں کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ تیری یہ چادر عورت کے زوال کی' اس کی جہالت و نادانی کی' اس کی رجعت پسندی کی' اس کے انحطاط اور پستی کی نشانی ہے اور عورت کی بے پردگی' اس کی بے باکی' اس کی خودنمائی اور اس کی نمود جمال و نمائش حسن اس کے علم و دانش کی اور اس کی ترقی و روشن خیالی کی دلیل ہے یا عورت کی غیر محدود آزادی' بے راہ روی' اور اخلاق باختگی ہی اس کی تہذیب و تمدن کی' اس کی تمیز و شائستگی کی اور اس کی وجاہت و امارت کی علامت ہے! ہرگز ہرگز نہیں!!!

حقیقت میں شریف بی بی' مہذب و متمدن عورت اور باوقار و معزز خاتون تو وہ ہے جو اپنے دین و مذہب سے پوری طرح واقف ہو جو اپنے رب سے ڈرتی ہو' کیونکہ دین کی معرفت اور اللہ کی خشیت ہی حقیقی علم ہے' یہی صحیح روشنی اور اصلی نور ہے' ایک کمینی عورت' ایک بے حجاب عورت' ایک بے پردہ اور فاحشہ عورت' جو نہ شرم و حیا کو جانتی ہو نہ اپنے پروردگار کو پہچانتی ہو بلکہ جو اپنے دین و ملت کے علی الرغم اور اپنی شرافت و عزت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتی ہو' جو اپنے خدا اور رسول کے خلاف اعلان جنگ کرتی ہو اور جسے اپنے فسق و فجور' اپنے عصیان و طغیان' اپنی گناہگاری و سیہ کاری اور اپنی جہالت و خدا ناشناسی پر اصرار بھی ہو' درحقیقت وہی عورت سب سے بڑی جاہلہ اور سب سے بڑی رذیلہ ہے' کیونکہ اپنے دین سے جاہل رہنا ہی سب سے بڑی جہالت ہے' اپنے رب کا خوف نہ ہونا ہی سب سے بڑی کمینگی اور دنائت ہے اور یہی سب سے بڑی

رذالت' سب سے بڑی پستی اور سب سے بڑا زوال وانحطاط ہے' یہ وہ زوال ہے جو عورت کو انسانیت کے بلند مقام سے گرا کر جانوروں اور بہائم کی پست سطح پر لے آتا ہے۔

عورت کی قدر و قیمت اس کی شاندار زرق برق پوشاک سے نہیں اس کے بیش قیمت نیم عریاں لباس سے نہیں اور عورت کی خوبصورتی اور اس کا حسن و جمال غازہ اور پاؤڈر کی مصنوعی صباحت سے نہیں' اس کے لبوں کی مستعار بازاری سرخی سے نہیں' اس کے عارض گلگوں کی عارضی رنگت سے بھی نہیں' اور ہاں عورت کی رفعت و منزلت اس کی عشوہ طرازیوں اور اس کی ناز آفرینوں سے بھی نہیں' بلکہ عورت کی اصل قدر و قیمت اور اس کی حقیقی دولت وثروت تو اس کی عقل و دانش ہے' اس کی عزت وشرافت ہے' اس کا وقار و تمکنت ہے' ترقی وہ نہیں ہے جسے مغرب زدہ جاہل' احمق' کندہ ناتراش' وضع مغربی کی اندھی تقلید کرنے والی عورتیں ترقی سمجھتی اور بتاتی ہیں' یعنی نیم عریاں لباس کی نئی نئی وضع' رسوا کن نیم برہنہ پوشاک کی نت نئی تراش خراش اور جدید ترین وضع قطع' طرح طرح کے نت نئے فیشن' عام گزر گاہوں اور شاہراہوں میں آوارہ گھومنا پھرنا' نمائش گاہوں کی بے پردہ سیر کرنا' حیا سوز مخلوط مجلسوں میں بے باکانہ شریک ہونا ترقی نہیں ہے۔ اے خواتین اسلام! یہ ہرگز ترقی نہیں ہے' بلکہ اصل ترقی تو علم وادب میں ترقی کرنا ہے' تہذیب واخلاق اور تمیز وشائستگی میں سبقت لے جانا ہے' علم وحکمت میں پیش قدمی کرنا ہے' کیونکہ عقل وخرد کو جلا بخشنے والی چیز حقیقت میں یہی علم وحکمت ہے' یہی جوہر ایمان ہے جو قلب کو پاکیزگی بخشتا ہے' اسی سے قومیں زندہ رہتی ہیں' اسی کی بدولت مرد و عورت عزت و حرمت اور آزادی و استقلال کا بلند مقام حاصل کرتے ہیں' اور اسی کی بدولت وہ زندگی کے تمام بوجھ اٹھانے کے قابل ہوتے اور ہر قسم کی قوت وتوانائی حاصل کرتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

اقبل علی النفس واستکمل خصائلها
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

ترجمہ: ''تو قلب وروح کی جانب
توجہ کر اور ان کے خصائل کو پایہ تکمیل تک
پہنچا کیونکہ حقیقت میں تو دل وجان کی بنا پر
انسان ہے نہ کہ تن بدن کی بنا پر۔''

اور یہ کس قدر حکیمانہ قول ہے۔ ایک سر برہنہ تو البتہ زیب وزینت کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ سر جو علم و حکمت سے معمور ہوتا ہے زیب وزینت کا محتاج ہرگز نہیں' کیونکہ عقل وعلم اس کی زینت اور زیبائش کا بجائے خود بہت بڑا سامان ہے اور حکمت ودانائی ہی اس کی اعلیٰ آرائش کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تم اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش پہلے
زمانہ جاہلیت کے دستور کی طرح نہ کرتی
پھرو۔''

یہ آیت نہایت واضح طریقہ پر اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ جہل ونادانی ہی دراصل تبرج و بے حیائی کو دعوت دیتی ہے اور جہل ہی کا لازمی نتیجہ تبرج ہے۔ عورت میں جہل (دین کی عدم معرفت) جس قدر ہوگا اسی قدر وہ تبرج' بناؤ سنگھار کے اظہار اور حسن وجمال کی نمود ونمائش کی شائق اور دلدادہ ہوگی اور زمانہ جاہلیت کی مشرکہ عورتوں سے اتنی زیادہ مماثلت رکھے گی:

وہی ہے راہ ترے عزم وشوق کی منزل
جہاں ہیں فاطمہؓ وعائشہؓ کے نقش قدم

☆☆............☆☆

الہام و آزادی

علامہ اقبال

ہو بندۂ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی نگہ فکر وعمل کے لئے مہمیز
اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہوجاتی ہے خاک چمنستان شرر آمیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغان سحر خیز
اس مرد خود آگاہ وخدا مست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

لوازمے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
آسمانوں کی زینت ستارے خواتین کی زینت زیورات
ستارا جیولرز
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر۲
PHONE 745080

اسلامی اصول موجودہ مسائل کا حل

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

سابقہ ادوار میں یورپ اور تہذیب جدید کے متوالوں نے اسلام کے خلاف جو منصوبہ بندی اور سازش کی تھی اور اپنے تئیں ان کی جو سرگرمیاں تیز تر تھیں وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں' عرصۂ دراز تک معاشرۂ انسانی انہیں کے نقش قدم پر رواں دواں تھا جس کی وجہ سے اسے قدم بہ قدم حقارت و ذلت اور شقاوت و بدبختی کا سامنا کرنا پڑا' تہذیب جدید کی ظاہری چمک دمک کو دیکھ کر ان کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ان کی انتھک کوششیں صدا بہ صحرا اور شجر بے ثمر ثابت ہوں گی اور وہ فائز المرام نہیں ہوں گے۔ اسی وجہ سے سائنس و ٹیکنالوجی کے راستے سے انہوں نے معاشرۂ اسلامی پر یلغار کی اور ارکان اسلام کو منہدم کرنے کے لئے عسکری طریقے استعمال کئے' اور حق کے جویا اس کو تلاش کرنے والوں کی راہ میں سد سکندری اور آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے' یہ حقیقت ہے کہ اعدائے اسلام نے جب بھی اس طرح کی سازشیں کیں تو پہلے مرحلے میں لوگ ان کے اسیر ہو گئے' اور ظاہری آرائش و زیبائش کے دام فریب میں آ گئے' لیکن جب انہیں اس تہذیب کے کھوٹے پن کا علم ہوا تو انہیں ایسے نظام حیات کی تلاش و جستجو کی فکر دامن گیر ہوئی جس میں انہیں ذہنی اطمینان و سکون حاصل ہو' ان کی زندگی پُرمسرت ہو اور زندگی کی کل بیٹھ جائے۔

اہل یورپ نے ایک عرصہ تک مادی تہذیب کو نظام حیات کے طور پر اختیار کر کے زندگی بسر کی' جس نے ان کے اندر بے شمار مسائل پیدا کر دیئے' ان مسائل نے انہیں اتنا بے چین کیا کہ ان کی راتوں کی نیند اور دن کا چین غارت ہو کر رہ گیا' اور زندگی کا اصل سکون و چین اور لطف ان سے چھن گیا' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ظاہر پرست افراد عموماً انہی حالات سے دوچار ہوتے ہیں' ظاہری تراش خراش' چمک دمک اور آرائش و زیبائش انہیں قلبی سکون نہیں بخشتی' بالکل یہی صورت حال تھی' لوگ مسائل میں گھرے ہوئے تھے' انہیں اس کی بھی اطلاع نہیں تھی کہ دنیا میں ایک ایسا نظام حیات ہے جو انسان کو عقلی و فکری غلامی سے آزاد کرتا ہے' جسمانی اعصاب کو سکون فراہم کرتا ہے' اور فطرت انسانی کے ساتھ ہم آہنگ رہتا ہے' اس حقیقت سے ان کی عدم واقفیت کی یہی وجہ تھی کہ مادی تہذیب کے دلدادہ' بالخصوص قائدین یورپ نے اسلام اور مسلمانوں کی جو تصویر ان کے سامنے پیش کی تھی وہ بہت بھیانک اور خطرناک تھی' انہوں نے لوگوں کو یہ باور کرایا تھا کہ اسلام ایک غیر انسانی نظام حیات ہے' اس کے علمبردار دہشت گرد ہوتے ہیں جو ہمہ وقت اپنی آستینوں میں چھری اور خنجر لئے رہتے ہیں' جب انہیں موقع ہاتھ آتا ہے تو وہ اپنی درندگی اور قساوت قلبی کا علانیہ مظاہرہ کرتے ہیں' لوٹ کھسوٹ' توڑ پھوڑ' ظلم و زیادتی تو ان کی فطرت میں داخل ہے' لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان پروپیگنڈوں اور غلط الزامات ہی نے خود اس حقیقت سے پردہ اٹھایا' جس کی وجہ سے ان کی کمزور بنیادیں خود بخود منہدم ہو گئیں اور مطالعۂ اسلام کا ایک عام رجحان پیدا ہوا' لوگوں نے عملی طور پر اس کے طریقہائے حیات کا تجربہ کیا۔ بالآخر انہیں معلوم ہوا کہ یہ الزامات اعدائے اسلام کی اسلام دشمنی کا نتیجہ تھے' مذہب اسلام تو امن و سلامتی' صلاح و صفائی اور احترام انسانیت کا داعی ہے' دہشت گردی' قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد پروری سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی تجارتی مرکز ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملے ہوئے تو بے گناہ افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے' پوری دنیا پر سکوت چھا گیا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک لرزہ طاری ہو گیا' اور وہاں کے باشندوں میں خوف و دہشت سما گئی' سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں تفوق و برتری ثابت کرنے والے افراد بھی سخت ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ صورت حال بہت پُرخطر تھی' یہودی اور عیسائی حواس باختہ ہو چکے تھے لیکن مذہب اسلام کے حاملین اسلام کے سایہ تلے اطمینان و سکون کا سانس لے رہے تھے' وہ راحت و آرام کے ساتھ اپنی کشتیٔ حیات کو آگے بڑھا رہے تھے۔ چنانچہ اس صورت حال نے دشمنان اسلام کو از سر نو غور کرنے پر آمادہ کیا اور وہ مطالعۂ اسلام پر مجبور ہوئے' جب انہوں نے اسلام اور دیگر ادیان و مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تو ان کے سامنے اسلام اور دیگر ادیان کا فرق واضح طور پر سامنے آ گیا' اور انہوں نے بے ساختہ اسلام کی

صداقت و حقانیت کا اعتراف کیا اور صرف اعتراف ہی نہیں بلکہ وہ بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ بعض موصولہ رپورٹوں کے مطابق حالیہ طالبین حق کی تعداد وہم وگمان اور ظن وتخمین سے زیادہ ہوگی ہے۔ اہل یورپ کے مطالعۂ اسلام کے شغف وانہماک کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ کے اسلامی بک اسٹال سے بہت ہی قلیل مدت میں اسلامی کتابیں ختم ہوگئیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ متعدد اسلامی تنظیمیں نومسلموں کو حقیقت اسلام اور اسکے اصول ومبادی سے واقف کرانے کی خاطر خاصی تعداد میں اسلامی کتابیں تقسیم کررہی ہیں۔ علاوہ ازیں داعیان اسلام بھی اپنے تئیں سرگرم ہیں۔

حالیہ خوش کن خبروں میں سے ایک اہم خبر یہ ہے کہ حال ہی میں برطانوی وزیر خارجہ "جیک اسٹرا" کا آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک ریسرچ سینٹر میں محاضرہ ہوا جس میں انہوں نے بتایا کہ اسلام اور عالم اسلام دونوں قابل احترام ہیں' جملہ ادیان ومذاہب پر اسلام کو تفوق وبرتری حاصل ہے۔ برطانوی وزیر خارجہ نے مزید کہا کہ یورپ کی حالیہ ترقی مسلمانوں کی اسلامی ثقافت کی دین ہے' جب مسلمان عروج و ارتقاء کی منازل طے کررہے تھے' اسپین ان کے زیرنگیں تھا تو اس وقت یورپ نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا' علم وثقافت' سائنس وٹیکنالوجی اور دیگر علوم وفنون کے میدان میں انہی کے چشمے سے سیرابی حاصل کی اور اپنی تشنگی بجھائی۔

اگر ہم سابقہ ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس سے قبل بھی کئی ذی حیثیت افراد نے اسلامی تہذیب کی فعالیت وتاثیر اور اس کے قائدانہ کردار نیز اس کی اہمیت وافادیت کا اکثر مواقع پر کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے' یہ بھی حقیقت کی ایک بین دلیل ہے۔ والفضل ماشھدت بہ الاعداء۔ حق بات وہی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

کویت سے شائع ہونے والے ہفت روزہ جریدہ "المجتمع" کے حوالے سے برطانوی وزیر خارجہ کے بعض اعترافات ذیل میں منقول ہیں۔ انہوں نے کہا:

"اسلام ہی وہ مذہب ہے جو انسانی زندگی کے جملہ شعبہ جات' خواہ وہ ماضی سے متعلق ہوں یا حال سے' ہر ایک کی تشکیل جدید کرتا ہے' برطانیہ اور یورپ کی تہذیب جدید میں عالم اسلام کا حصۂ وافر موجود ہے اور عالم اسلام تاریخی طور پر علم کے مراکز اور حکمت وعمل کے سینٹروں کی وجہ سے مشہور و معروف ہے' اسلامی بنی نوع انسان کے مابین مساوات و برابری کا قائل ہے' وزیر خارجہ نے سیکولرازم اور لادینیت پر زبردست تنقید کی ہے اور اسلام پسندوں کی خدمات کو سراہا بھی ہے' انہوں نے کہا کہ سیکولر طاقتیں ہی آج پوری دنیا میں جابرانہ وقاہرانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں' لیکن اہل یورپ اس ناسور سے غافل وبے پرواہیں۔"

یہ تھے برطانوی وزیر خارجہ کے اسلام کے متعلق اعترافات۔ اسی وجہ سے ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہی یورپ کے درپیش مسائل کا حل پیش کرسکتا ہے۔ آج یورپ میں جو فکری اور روحانی بحران ہے' وہاں کے افراد مستقبل سے تئیں جو مایوس نظر آرہے ہیں اور ایسے مصائب میں گھرے ہوئے ہیں' جن سے آزادی حاصل کرنا بہت مشکل ہے' اگر وہ اسلام اور اسلامی اصول کو اصل قائد ورہنما مان کر اپنی زندگی کے مراحل طے کریں گے تو ان کا مستقبل بحال ہوگا' اور انہیں زندگی کا اصل لطف نصیب ہوگا اور ایک ایسا عالمی نظام وجود میں آئے گا جو دوسروں کے مال ہڑپ کرنے کے بجائے ان کو تحفظ اور امن وسلامتی فراہم کرے گا' اور ان کی زندگی کی چول بیٹھ جائے گی۔

●●

بقیہ عقیدۂ توحید

نے اس کو گھیر لیا۔ اور خدا کو کوئی چیز نہیں گھیر سکتی ہاں آخرت میں نیک بندوں کو خدا کا دیدار ہوگا۔ کیونکر ہوگا اور کس طرح ہوگا۔ اس کے سمجھنے اور بیان کرنے سے بھی عقل انسانی عاجز ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں یعنی جو نام شارع نے بتلا دیئے ہیں انہیں ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے۔ ان کے علاوہ کسی اور نام سے (جیسے نرائن یا پرمیشر) اس کو پکارنا درست نہیں۔ نیز اردو زبان میں یا کسی زبان میں اس کے ناموں کا ترجمہ کرنا جن کا پورا مفہوم اس زبان میں نہیں ادا ہوسکتا۔ بلکہ کوئی پہلو نقص کا نکلتا ہے درست نہیں' "قدیم" کا ترجمہ اردو میں پرانا یا فارسی میں کہنا۔ ہاں جن ناموں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بلانقص ہوسکتا ہے اس میں مضائقہ نہیں مثلاً "مالک" کا ترجمہ فارسی میں خدا یا خداوند۔

امنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ

ترجمہ۔ ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ۔

بقیہ مقدس فریضہ

وارد ہوا ہے:

ترجمہ: "اور تم برا نہ کہو ان کو جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ورنہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ ظلم پر کمربستہ ہوکر جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنے لگ جائیں گے۔" (سورۃ الانعام)

باقی آئندہ

قسط:۱

تحریر: مولانا محمد سرفراز خان صفدر

مقدس فریضہ

دین حق کی تبلیغ اور نشر و اشاعت انتہائی محبت و الفت ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ کرنی چاہئے اور دین و مذہب کے معاملہ میں ہرگز کوئی جبر و اکراہ روا نہیں رکھنا چاہئے' اس لئے کہ عقیدہ و مذہب کا قبول کرنا اور رد کرنا ایک اختیاری معاملہ ہے۔ اس میں تعدی اور تشدد کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ داعیٔ حق کا کام صرف یہ ہے کہ وہ وسعت ظرف' عالی حوصلگی' شرافت نفس' اخوت اور دلگدازی کے ساتھ اپنے بھولے ہوئے اور غافل و بے خبر بھائی کو مخلص ناصحانہ طریق پر نیک صلاح دے اور ابدی فوز و فلاح اور بھلائی کی طرف بلائے اور بدی اور بدکرداری کی بری عاقبت اور بدانجام سے آگاہ کرے' اس کو بلاوجہ کسی معاند حق کے ساتھ الجھ کر حکمت و مواعظت کا زرین ضابطہ ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے مگر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں اس راستے کے مسافر کو کبھی کبھار بعض معاندین کے ساتھ اپنی زندگی میں مناظرانہ انداز میں افہام و تفہیم' تبادلہ خیالات اور بادلائل اثبات حق اور ابطال باطل سے بھی ضرور کام لینا پڑتا ہے اور اس وسیع مگر دشوار گزار گھاٹی کے پیچ در پیچ اور تنگ موڑوں پر بھی گزرنا پڑتا ہے' جن میں عقائد و اعمال' اخلاق و اعمال' اخلاق اور معاملات' سیاسیات و معاشیات وغیرہ سے متعلق اظہار خیال اور بحث مباحثہ بلکہ بسا اوقات اس سے بھی آگے نکل کر مجادلہ اور مکابرہ کی نوبت بھی آجاتی ہے' جس میں کبھی کبھی آدمی سے اپنی بات کی تائید اور دوسرے دعویٰ کی تردید میں عدل و انصاف اور متانت و سنجیدگی کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور مخاطب کو بھی اس بے موقع اور نامناسب انداز گفتگو سے متاثر ہو کر عقل و دانش اور عدل و احسان کی حدود سے نکل کر ظلم و تعدی کا غلط اور ٹیڑھا راستہ اختیار کر لینے کا موقع مل جاتا ہے اور ایسے داعی کے درشت لب و لہجہ اور کج بحثی سے اکثر فتنہ و فساد اور شر و عناد کا ایک خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے' جس کا بسا اوقات آسانی کے ساتھ انسداد بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔

تبلیغ اسلام چونکہ ایک نہایت مبارک اعلیٰ اور پاکیزہ فریضہ جس پر ابدی اور سرمدی فوز و فلاح کا مدار ہے۔ اس لئے مبلغ اسلام کے لئے ازبس نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ پیکر عفو و کرم ہو کر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سلجھے ہوئے اور موثر طریقہ سے ٹھوس اور قطعی براہین اور ادلہ کے ساتھ اسلام کی صداقت اور حقانیت کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ پیش کرے' تبلیغ اسلام کی خوشنما اور مضبوط عمارت کے استوار ہونے اور اس کی حقیقی روح' عالمگیر شہرت اور حیات ابدی کا راز ہی یہی ہے۔ پس ہر ایک داعیٔ حق اور مبلغ اسلام کا یہ اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ پیغام ربانی تو سنائے' فلاح دین اور نجاح مومنین کی دعوت تو پیش کرے' اسلام کی نشر و اشاعت اور سربلندی کے لئے ہر قسم کے ممکن و مفید اور موثر وسائل و اسباب تو اختیار کرے لیکن ایسے انداز سے کہ جو شخص بھی متانت کے ساتھ اسلام کی معقول اور فطری تعلیم کو سنے اور پڑھے تو اس پر فریفتہ اور گرویدہ ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے پر اپنے کو مجبور پائے اور اس کا دل اور ضمیر اس کو قبول کرنے کی پرزور اپیل کرے۔ دعوت و تبلیغ اور نصیحت و موعظت کا یہ مبارک کام اگر اسی نہج پر جاری رہا تو ریت کے ڈھیر کے اندر سے پوشیدہ فولادی ذرات کی طرح عمدہ صلاحیت کے مالک خود بخود اڑاڑ کر مقناطیس حق و صداقت سے آملیں گے اور مرکز رشد و ہدایت کے گرد جمع ہو کر آہنی دیوار اور سد سکندری ثابت ہوں گے' حق پرستوں کی یہ مخلص جماعت سیسہ پلائی ہوئی مضبوط دیوار محسوس ہوگی اور اس دیوار سے ٹکرانے والا خود پاش پاش ہو کر فنا ہو جائے گا۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

حکیم علی الاطلاق' مالک کائنات اور رب ذوالمنن نے تبلیغ اسلام کا جو احسن طریقہ اور اس کے درجات بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

ترجمہ: "دعوت دے اپنے رب کی راہ کی طرف مضبوط باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر اچھی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو' بیشک تیرا رب بہتر جانتا ہے ان کو جو گمراہ ہوئے اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔" (سورۃ النحل)

یعنی جب اسلام کی تبلیغ و دعوت کا بہترین اور عمدہ فریضہ انجام دیا جائے تو اس کے لئے ان تین زرین اصول وقواعد کی پابندی اور التزام ازبس لازمی اور ضروری ہے اگر ان ضوابط کو پیش نظر نہ رکھا گیا تو بہت ممکن ہے کہ اس مقدس اور پاکیزہ فریضہ کے لئے سخت دشواریاں اور بے حد رکاوٹیں پیدا ہوں اور بجائے فائدہ کے نقصان اور بجائے کشش اور جاذبیت کے تنافر پیدا ہو۔

۱...... اس مقدس فریضہ کی پہلی کڑی تو "الحکمۃ" ہے۔ یعنی نہایت پختہ مضبوط اور محکم مضامین اور روشن تر دلائل اور واضح ترین براہین کے ساتھ ناصحانہ اور حکیمانہ انداز سے سلجھے ہوئے اور نہایت موثر طریقہ سے مخاطب کو حق سمجھایا جائے اور اسلام کے عقائد و معاملات وغیرہ سے اسے روشناس کرایا جائے اور عزم و ہمت کے ساتھ اس کو ہر طرح سے اطمینان دلایا جائے تا کہ اسلام کے محکم اور فطری عقائد و اعمال اور موزوں و مناسب اخلاق و معاملات اس کے سویدائے قلب میں ترکیبِ پیوست ہو جائیں جن کو سن کر ہر عاقل و فہیم اور علمی ذوق وشوق رکھنے والا بشرطیکہ وہ حق کا متلاشی بھی ہو سر تسلیم خم کردے اور وہ اچھی طرح یہ محسوس کرلے کہ دنیا کی مخترع اور موہوم منطق اور خیالی فلسفے وحی الٰہی کے مقابلے میں نہ تو ٹھہر سکتے ہیں اور نہ حرف گیری کر سکتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ دعوت و تلقین اور تبلیغ و تبیین کے اس مرحلہ پر افہام و تفہیم کے اس موثر اور معقول ذریعہ سے کچھ سعید روحیں ضرور متاثر ہوں گی اور خسران و نامرادی کی راہ سے ہٹ کر فلاح و سعادت کی تلاش وجستجو میں رہا ہیں کامیابی اور ساتھ ہی کامرانی کے صراط مستقیم پر ضرور گامزن ہوں گی اور اس قوی اور آسمانی انقلاب کے بعد خلاف اسلام کسی عقیدہ اور عمل کو سننے کی طاقت ہی وہ اپنے اندر نہیں پائیں گے اور غیر اسلامی زندگی سے انہیں ایسی نفرت ہو جائے گی کہ مہربان اور شفیق ماں اور باپ سے بھی وہ کفر و شرک اور بدی کی کسی بات کو سننا گوارا نہیں کریں گے اور ایسی ہر غلط بات کو وہ یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیں گے کہ اب تو ہمارے کانوں میں اس کے لئے قوت شنوائی ہی باقی نہیں رہی' حتیٰ کہ اسلام کا عشق و محبت ان کو اس امر پر مجبور کردے کہ وہ مادیت کی تہہ بہ تہہ ظلمت اور تاریکی سے نکل کر روحانیت اور عالم بالا کی طرف ایک جست لگائیں اور اپنی سابق بے مراد اور ناکارہ زندگی پر آنسو بہاتی ہوئی یہ کہیں کہ:

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

۲...... اس مبارک کام کا دوسرا مرحلہ "الموعظة الحسنة" ہے کہ ایسے موثر اور رقت انگیز طریقہ' بہترین اور عمدہ امثال' بیش بہا اور خوش آئند وعظ و پند' عبرت آموز واقعات اور ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اس کے کانوں میں آواز حق پہنچائی جائے جن میں دلسوزی اور نرم خوئی کی روح بھری ہو اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بسا اوقات اخلاص و ہمدردی شفقت اور حسن اخلاق کا اعلیٰ برتاؤ پتھروں کو بھی موم کے بغیر نہیں چھوڑتا جس سے مردہ روحیں زندہ ہو جاتی اور دلوں کی اجڑی ہوئی بستیاں دفعتاً آباد ہو جاتی ہیں اور بعض طبعتیں تو ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر ساحل مراد کی طرف بیتابانہ دوڑنے اور پیہم سعی کرنے لگ جاتی ہیں اور خصوصاً وہ لوگ جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے' لیکن طالب حق کی دبی ہوئی چنگاری اپنے سینہ میں رکھتے ہیں' ان کو ایسے دلکش ماؤف اور رقت آمیز وعظ و پند سے ایسا بہتر اور جلدی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کسی عالم ربانی کی بلند اور عالی پایہ عالمانہ تحقیقات کے ذریعے ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو بلند پایہ اور صحیح مثالوں کے ساتھ ہی تسکین اور تسلی حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ٹھوس اور تاریخی واقعات اور حالات کو سن کر ہی اسلام اور اسلامی زندگی کے ساتھ مانوس ہو سکتے ہیں اور اسی طریقہ سے اسلام کی صداقت اور سچائی کی روح ان کے ذہن نشین ہو کر ان کے دل میں اتر سکتی ہے بقول کسے:

"شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات"

ایسے حق پسند لوگوں کے دلوں پر ہلکا سا پردہ ہوتا ہے جو انفسی اور آفاقی دلائل اور بینات دیکھ کر اور حسی اور معنوی طور پر "الموعظة الحسنة" سے مستفیض و مستفید ہو کر ساحران فرعون کی طرح (جن کے قلوب پر کفر و جحود کا خفیف سا پردہ تھا' مگر عصائے موسیٰ کا خدائی کرشمہ دیکھ کر وہ پردہ زائل ہو گیا) خود بخود اتر جاتا ہے پھر ان کو تختہ دار اور فرعونی قسم کی دھمکیاں دنیا کے ہر قسم کے خوف خطرے سے بے نیاز کر دیتی ہیں اور اپنے دل و جان ظاہر و باطن کو اسلام پر نثار و قربان کرنے کے لئے جان عزیز کو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں اور وہ ہر مصیبت اور صعوبت کو یہ کہتے ہوئے خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں کہ

"ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہو۔"

جدال احسن:

اس پاکیزہ فرض کی آخری منزل "وجادلهم بالتي هي احسن" ہے کہ جب دعوت حق کا منادی اور مبلغ اسلام اچھی طرح یہ محسوس کرلے کہ یہ پہلی بیان کردہ دونوں صورتیں اور منزلیں اس سرکش اور متمرد کے لئے سودمند ثابت نہیں ہوئیں اور وہ اپنی فطرت بد اور سوء استعداد کی وجہ سے بحث و مباحثہ بلکہ مکابرہ و مجادلہ کے لئے آمادہ ہے تو وہ اس تیسری شق کو اختیار کرے اور اس ناپائیدار اور فانی زندگی میں ہمیشہ سے

کچھ لوگ ایسے بھی رہے ہیں اور بظاہر تا قیامت رہیں گے جن کا مقصد وحید ہر صحیح اور سیدھی سادی بات کو الجھانا اور ہر چیز میں حجت اور کج بحثی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ معاند و باغی نہ تو حکمت اور دانائی کی باتیں قبول کرتے ہیں اور نہ رقت انگیز موثر و بلیغ وعظ و پند ہی سننے پر آمادہ ہوتے ہیں بلکہ وہ انسانی اور امکانی کوشش کو بروئے کار لا کر حق سے گریز اور پہلوتہی کرتے ہوئے بقول شخصے: ''خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار'' ہر بات میں بے جا بحث و مباحثہ کا رنگ اختیار کرتے ہیں اور بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل قلم و انصاف اور صاحب تقویٰ و دیانت اور حق کی طلب و جستجو کرنے والوں کو بھی کچھ سطحی قسم کے شکوک وشبہات گھیر لیتے ہیں اور وہ ان میں الجھ کر رہ جاتے ہیں کہ بغیر بحث و گفتگو کے ان کا اطمینان نہیں ہوتا' ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ربانی یہ ہے کہ: مبلغ اسلام کو فراخدلی اور وسعت قلبی کے ساتھ موقع دے تا کہ ہر مجادل اپنے باطل مدعا پر بزعم خویش جملہ عقلی اور نقلی دلائل و براہین پیش کر دے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات کو بلاتردد ظاہر کر دے تا کہ اس کے دلائل کائنات اور ان کا طول و عرض اور عمیق بھی بیک نگاہ دیکھ لیا جائے پھر داعی سبیل رب غیظ و غضب اور غم و غصہ سے بے نیاز اور بالاتر ہو کر عالی حوصلگی اور وسعت ظرف کے ساتھ ایک مہربان باپ' ایک شفیق ماں ایک ہمدرد استاذ' ایک خیر خواہ' حکیم و ڈاکٹر اور ایک بہی خواہ جراح کی طرح خود اس روحانی بیماری کی بیماری اور علالت کے اصل اسباب و علل پر (جو اس کے زعم فاسد میں دلائل و براہین سے موسوم ہیں) ہاتھ رکھ کر اس کی نبض دیکھے اور اس کی بیماری کے مرکزی نقطہ کو لے کر معقول طریقہ پر اس سے تبادلہ خیالات کرے اور تہذیب و شائستگی' حق شناسی اور انصاف پسندی کے عمدہ اصول کو پیش نظر رکھ کر نہایت خوش خلقی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس سے بحث و مباحثہ اور احسن پیرایہ میں اس سے مجادلہ کرے اور اس کی ایک ایک مزعوم عقلی اور نقلی دلیل کا تار و پود اس کے سامنے بکھیر کر رکھ دے اور اس کی نامعقول کج بحثیوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دے اور ایسے عمدہ طریقہ سے اس کے فرسودہ براہین کے بخیئے ادھیڑ دے تا کہ اسے مبہوت والا جواب ہو کر "فبهت الذی کفر" کا سماں خوب اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ جائے اور اس شکست فاش اور حیرت کے بعد بشرط انصاف و دیانت وہ اپنے باطل عقیدہ اور ناکارہ عمل کو ترک کرنے اور اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد و اعمال کو قبول کرنے پر علمی اور تحقیقی طور پر مجبور ہو جائے اور اس کا دل اسلام کی حقانیت اور صداقت پر شہادت دے اور وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بے نیاز ہو کر حق الیقین کے مقام بلند پر پہنچ کر خود اپنی ہی زبان سے لاریب فیہ کے الفاظ سے صداقت اسلام کا اقرار کرلے اور اقرار بھی اس عزم و ایقان اور جزم و اذعان کے ساتھ کہ ہر قسم کے زلزلہ خیز طوفان اور ہر قسم کی جانی اور مالی تکلیفیں اور صعوبتیں اس کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہ کرسکیں۔

مگر یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اپنے مدمقابل کو الزام دے تو بہترین اسلوب سے' خواہ مخواہ دل آزار اور جگر خراش باتیں اور ترش و تلخ لب ولہجہ ہرگز نہ اختیار کرے جس سے مدمقابل کی طبیعت میں بجائے سلجھاؤ کے الجھاؤ اور بجائے قرب کے بعد اور بجائے انابت کے اعراض اور بجائے محبت کے نفرت در آئے اور معاملہ بلاوجہ طول کھینچے کیونکہ اصل مقصود تو افہام و تفہیم احقاق حق اور ابطال باطل ہے نہ کہ بداخلاقی و بدزبانی' نخوت پروری اور ہٹ دھرمی۔

پس مبلغ اسلام اور داعی سبیل رب کا یہ اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مدمقابل کو اسلام کے محاسن و فضائل سنا اور سمجھا کر امت مسلمہ کے اندر ملانے اور جذب کرنے کی پوری کوشش اور کماحقہ کاوش کرے تا کہ اسے اپنے باطل عقائد و اعمال وغیرہ سے علیحدگی اختیار کرنا دشوار نظر آئے اور اپنے خویش و اقارب' بھائیوں اور عزیزوں اور والدین و اولاد سے عقیدۃً و عملاً جدا ہونے کو وہ اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھے اور مسلمانوں کی بے پناہ اخوت و ہمدردی اور مکارم اخلاق سے متاثر اور سرشار ہو کر وہ یہ محسوس کرے کہ جس مبلغ کی شکل و صورت کو میں سب سے بدتر سمجھتا تھا اب تو وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب و پیاری معلوم ہوتی ہے اور جس کو میں اپنا ذاتی اور مذہبی دشمن گردانتا تھا وہی تو میرا مخلص خیر خواہ اور ہمدرد ہے اور جو بوجہ جہالت کی بنا پر جس کی بات سننے پر میں آمادہ نہیں تھا وہی تو آخر میرا گہرا دوست اور مخلص رفیق ہے۔ جس کی بدولت مجھے حیات ابدی اور نجات سرمدی حاصل ہے' لیکن یہ امر بھی واضح رہے کہ اس تمام بحث و نظر اور گفتگو و دعوت میں مبلغ اسلام اپنے مدمقابل کے معبودان باطلہ اور مزعوم مقتداؤں کی اس طرح توہین و تذلیل اور طعن و تشنیع نہ کرے کہ وہ مذہبی جنون اور ضد میں آ کر خالق کائنات اور علمبرداران صداقت کی شان اقدس اور ارفع میں گستاخی و بے ادبی کرنے لگے اور اس کی کج بحثی اور منفرد انداز گفتگو سے غلط تاثر لے کر وہ راہ راست سے منحرف ہو کر کفر و جحود پر بضد اور مصر ہو جائے اور قبول حق سے ہمیشہ کے لئے وہ باز رہے جس کا وبال شاید کہ داعی کے سر آ جائے اور بجائے اس کے وہ اس کا تعلق اور رشتہ رضائے الٰہی سے جوڑتا کہیں اس غلط کاری سے توڑنے کا موجب ہی نہ بن جائے ایسے ہی موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

خیرالبشر پیدا ہوئے

احسان دانش

کعبہ جاں، قبلہ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجہ کونین شاہ بحر و بر پیدا ہوئے

جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارف ارض و سماء میر بساط کائنات
خیر سے خیرالامم، خیرالبشرؐ پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سینکڑوں حسن نظر پیدا ہوئے

اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآن آخری پیغام بر پیدا ہوئے

جن کو جس رنگ میں دیکھا تڑپ کر رہ گئے
اور یہ حالات دانش عمر بھر پیدا ہوئے

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختم نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرت رسول آخریں، سیرت اصحابؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

محمد رسول اللہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین، ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھایئے

- خریدار بنیئے ـــ بنائیے
- اشتہارات دیجئے
- مالی امداد فراہم کیجئے

ان شاء اللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے